مولانا عبید اللہ سندھی

قرآن پاک کا مطالعہ کیسے کیا جائے

قرآن پاک کا مطالعہ کیسے کیا جائے؟

Marfat.com

DATA ENTERED

● طبع اول اگست ۱۹۵۹

● تعداد ایک ہزار

● قیمت -/۱/۸

● ناشر عبدالغفور ایم اے

● طابع نقوش پریس لاہور

● آرٹسٹ چالی

ناشرین

Marfat.com

DATA ENTERED

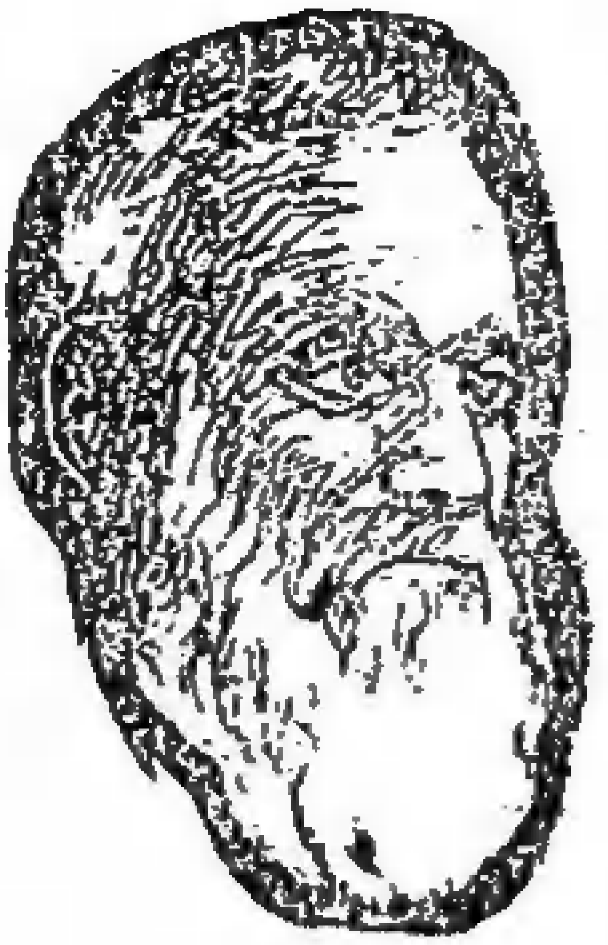

نام : عبیداللہ

تاریخ پیدائش : ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء

مقام پیدائش : سیالکوٹ

تاریخ وفات : ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء

حالات زندگی : طبعاً انقلاب پسند ہونے کے باعث آبائی (سکھ) مذہب کو خیر باد کہکر ۱۶ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا ۔

دیو بند سے فارغ التحصیل ہو کر حضرت مولانا محمودالحسن کی رہنمائی میں کام کرتے رہے ۔

۱۹۱۵ء میں استاد مکرم کے ارشاد پر کابل گئے ، وہاں پہنچ کر امیر حبیب اللہ کی حکومت اور اسکے بعد آنے والے انقلاب میں نمایاں حصہ لیا ۔

۱۹۲۲ء میں دورۂ ترکی کی غرض سے ماسکو گئے اور وہاں سوشلسٹ انقلاب کا بہت قریب سے مطالعہ کیا ۔ پھر ترکی پہنچ کر کمال اتا ترک کے انقلاب کا بغور جائزہ لیا ۔ بعد ازاں حجاز

Marfat.com

مقدس میں بارہ برس تک قیام کے دوران میں امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے افکار و نظریات کی روشنی میں اپنے انقلابی اصولوں کی تکمیل کی اور قرآن مجید کی تعلیمات کو ایک سچے طالب علم کی طرح از سر نو سمجھنے کی کوشش کی اور قرآن حکیم کی تفسیر پر انقلابی نقطہ نگاہ سے نظر ثانی کی، پھر آزادئ ہند کا ایک عملی پروگرام بھی وضع کیا۔

۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو آپ ہندوستان واپس آئے اور زندگی کے بقیہ ایام شاہ ولی اللہ کے افکار اور اپنے نظریات کی تبلیغ و اشاعت میں گزار دئیے۔ در اصل تعلیمات قرآنی کی درس و تدریس ہی مولانا موصوف کی زندگی کا ماحصل ہے، کیونکہ قرآن پاک کو وہ مسلمانوں کی دنیوی و دینی کامیابیوں کا اولین اور آخری وسیلہ سمجھتے تھے۔ مولانا کے افکار و خیالات کو بالخصوص سندھ میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور آج بھی وہاں ان کے ہزاروں لاکھوں مرید موجود ہیں۔

مولانا موصوف کی زندگی ایک سچے مسلمان اور انقلابی کی زندگی ہے، جس کی راہ میں مصائب و مشکلات کے پہاڑ قدم قدم پر ٹوٹے پڑتے ہیں مگر جو اعتراف شکست کی قائل نہیں، جو نبرد آزما ہوتی ہے اور فتحمند بھی، جو منزل کی نشاندھی بھی کرتی ہے اور منزل کی جانب بڑھنے کے حوصلے بھی عطا کرتی ہے۔

Marfat.com

ترتیب

پیش لفظ ۴

پہلا باب

قرآن مجید کی تعلیم کا اثر ۷

ہرقل کی دعوت کا واقعہ ۱۱

تعلیم قرآن کا صحیح طریقہ بموجب ہدایات قرآن ۱۶

تعلیم قرآن کے بارے میں صحابہ کرام کی آراء اور تعامل ۲۳

قرآن کے غلط طریقہ تعلیم کے نتائج اور شاہ ولی اللہ کی رائے ۳۱

قرآن اور تفسیر کے متعلق شاہ اسمٰعیل کی رائے ۳۴

دوسرا باب

مختصر تاریخ تفسیر ۳۶

صحیح انداز پر تعلیم قرآن سے محرومی ۴۸

توکل کیا ہے؟ ۵۰

صبر کا مفہوم ۵۲

Marfat.com

چند مثالیں ۵۵

تیسرا باب

قصص القرآن ۷۰
قصۂ حضرت یوسفؑ ۷۱
قصۂ طالوت و جالوت ۷۵
فرشتے ۸۱
تعدد ازدواج امریکی محققین کی نظر میں ۸۵
قصۂ حضرت ابراہیمؑ ۸۷
قصۂ حضرت نوحؑ ۹۰
قصۂ حضرت موسیٰؑ ۹۳

چوتھا باب

قرآنی تعلیم کو کمزور کرنے کی منظم سازش ۹۹

پانچواں باب

مذہب ـــــ مسلمانوں کی ترقی کا زینہ ۱۰۵

پیش لفظ

میرے بچپن کا ایک ناخوشگوار واقعہ یہ ہے کہ ایک روز انسپکٹر آف سکولز معائنہ کے لئے تشریف لائے۔ پہلی عالمگیر جنگ کا زمانہ تھا۔ ہمارا سکول نیا نیا پرائمری سے ورنیکلر مڈل کے درجہ کو پہنچا تھا۔ اسلامیہ سکول میں ایک مسلمان انسپکٹر کی تشریف آوری سے طلباء، اساتذہ اور کارکنان مدرسہ کے دلوں میں خوف و مسرت کا ایک ملا جُلا جذبہ موجزن تھا۔ حسب پروگرام معائنہ سے پہلے ایک طالب العلم نے اقبال کا قومی ترانہ پڑھنا شروع کیا اور وہ پڑھ رہا تھا " چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا "۔ اِدھر انسپکٹر صاحب کا چہرہ غضب آلود ہو رہا تھا۔ جب پہلا شعر ختم ہوا تو انسپکٹر صاحب انتہائی برافروختگی سے سب پر برس پڑے اور فرمانے لگے "چین عرب اور ہندوستان کہاں تمہارا ہے؟" وغیرہ وغیرہ، اور ترانہ پہلے شعر

Marfat.com

پر ہی ختم ہو گیا۔ اس وقت کے حالات کے مطابق یہی سمجھا گیا کہ انسپکٹر صاحب کی برہمی دراصل فرنگی نواز حکومت کے خوف یا خیر خواہی کی وجہ سے تھی۔

اسی زمانے کا ایک خوشگوار واقعہ یہ ہے کہ معائنہ مذکورہ کے بعد غالباً اسی سال حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ تشریف لائے۔ دلیو انر پرنٹ پڑی نواقبالؒ کا قومی ترانہ سامنے تھا۔ مجھے سنانے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کیا، کہ میں گلنے کا عادی نہیں۔ فرمانے لگے کہ تحت اللفظ ہی پڑھو۔ ادھر میں نے پہلا شعر ختم کیا۔ ادھر حضرت مولانا پنسل منہ میں دبائے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر ایک عالم استغراق میں میز پر جھک گئے۔ میں یہ دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ قریباً پندرہ منٹ کے بعد آپ نے سر اٹھایا۔ وہ سماں دیکھنے کے قابل تھا۔ سب پر ایک رقت کا عالم طاری تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مولانا مرحوم و مغفور نے قومی ترانہ پر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔

مندرجہ بالا واقعات کا مقابل تمہید ہے اس پس منظر کی جو میں رسالہ ہذا کے متعلق پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ رسالہ دراصل مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا خطبہ صدارت ہے جو ۱۹۴۳ء میں (جیسا کہ خطبہ کے خاتمہ سے ظاہر ہے) آپ نے غالباً آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ راولپنڈی میں پڑھا۔ چونکہ مطبوعہ خطبہ دستیاب نہ تھا

Marfat.com

اس لئے ایک نقل شدہ کاپی سے اُسی زمانہ میں جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔
میں نے دو نقلیں کیں۔ ایک استاذی المکرم مولانا نور الحق مرحوم پروفیسر اورینٹل
کالج لاہور کے لئے اور ایک اپنے لئے۔ مختلف وجوہات اور گوناگون حالات
نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ اُن بیش قیمت اور معلومات افزا خیالات
کو جو اس خطبہ میں پیش کئے گئے ہیں اس سے پہلے کسی نہ کسی صورت میں پبلک
کے سامنے پیش کرتا۔ لیکن اب میں نے محسوس کیا ہے کہ مزید تاخیر ٹھیک
نہیں ہے۔ پاکستان کا ہر طبقہ ایک اسلامی آئین کا مطالبہ کر رہا ہے۔
اور اس آئین کی ترتیب و تدوین کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ہمارے آئین
کی بنیاد قرآن اور حدیث پر رکھی جائے گی۔ اس رسالہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن
کی تعلیم کا کیا اثر ہے مختلف ادوار کے مسلمانوں نے قرآن کو کس طرح پڑھا
اور سمجھا اس کو غلط طریقے سے پڑھنے اور سمجھنے سے کیا برے نتائج پیدا
ہوتے ہیں اور اُس کو صحیح طریقے سے پڑھنے اور سمجھنے سے کتنے خوشگوار
اور مفید نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ مولانا مرحوم نے اس پہلو پر نہایت شرح و
بسط سے بحث کی ہے اندریں حالات یہ ضروری ہے کہ جب ملکی آئین قرآنی
تعلیم کی روشنی میں مرتب کیا جائے تو قرآن کا صحیح طریقہ تعلیم پیشِ نظر رکھا جائے

Marfat.com

یعنی وہ طریقہ جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اختیار کیا، اور جس کے نتائج اتنے اہم اور مہتم بالشان تھے کہ (بقول مولانا مرحوم) چند سال کے عرصہ میں عرب کے بُت پرست جاہل لوگ دُنیا میں سب سے زیادہ خدا پرست، سب سے زیادہ متمدّن، سب سے زیادہ تہذیب یافتہ اور سب سے زیادہ طاقتور بن گئے، اور بقول سر ولیم میور اگر مسلمانوں میں ایک عمرؓ اور ہوتا تو ساری دُنیا میں اسلام پھیل جاتا، اور جو ایک عمرؓ ہوا، وہ فاروق اعظم اسی لئے ہوا کہ اس نے اڑھائی پاروں کی سورۂ بقرہ جو آئین اور نظم ونسق کا پورا ضابطہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پورے دس سال میں پڑھی پھر جو کچھ حاصل کیا۔ اس کی خوشی میں سو اونٹوں کی قربانی دی۔

مجھے انتہائی خوشی ہے کہ "ناشرین" نے اس خطبہ کی اشاعت کا ذمہ اُٹھایا ہے۔ خدا اُن کے ارادوں میں برکت دے اور ان کے حوصلوں کو بلند کرے۔

احقر

عبدالرحمٰن ...

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

قرآن مجید کی تعلیم کا اثر

وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین۔

گذشتہ کانفرنس منعقدہ آگرہ میں خاکسار نے ایک مضمون پڑھا تھا جس میں زیادہ تر ان دو امور پر بحث کی گئی تھی کہ (۱) ہماری قوم کے جدید طبقے میں مذہبی تعلیم کی کس حد تک ضرورت ہے اور (۲) اس طبقے کی مذہبی تعلیم کے لئے کس قسم کے مضمون کی ضرورت ہے۔

[1] اس مرتبہ میں قرآن مجید کے متعلق اپنی ناچیز رائے عرض کروں گا۔ یہ فقط قرآن مجید کی تعلیم کا اثر تھا کہ چند سال کے عرصہ میں عرب کے بت پرست اور جاہل لوگ دنیا میں سب سے زیادہ خدا پرست سب سے زیادہ متمدن سب سے زیادہ مہذب اور سب سے زیادہ طاقتور بن گئے۔

اسی قرآن کی تعلیم نے ان میں نہایت جلد ایسے کامل ترین اخلاق پیدا کر دیئے

Marfat.com

کہ اگر ایک طرف چند سال کے عرصہ میں دنیا کی سب سے بڑی سلطنتوں نے متفقہ طور سے ان کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا تھا۔ تو دوسری طرف وہ سب سے زیادہ خدا پرست بن گئے۔ جنگ قادسیہ کے موقعہ پر جو ۱۵ھ میں ہوئی تھی۔ ایک ایرانی جرنیل نے کہا تھا۔ کہ ہم ان لوگوں سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ رات کو فرشتے ہوتے ہیں۔ اور دن میں شیر۔

اس تعلیم کے نتائج ظاہر ہونے سے پیشتر عربوں کی جو حالت تھی۔ اس کا اندازہ ایران کے شہنشاہ یزدجرد کے ان خیالات سے ہو سکتا ہے۔ جس کا اظہار فردوسی نے اس طرح کیا ہے ؎

ز شیر شتر خوردن و سوسمار | عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیاں را کنند آرزو | تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

دنیا میں وہی حکومت کرتے ہیں۔ جن کے اخلاق بہتر ہوتے ہیں۔ قرآن کی تعلیم نے ان اونٹ چرانے والے عربوں کو نہایت جلد ایسے اخلاق سے مزین کر دیا۔ کہ ایران تو ایران رہا۔ وہ تقریباً تمام دنیا کے مالک بن گئے۔ خدا کے احکام کی تعمیل کے لئے وقت اور مال کی تو حقیقت ہی کیا ہے۔ نہایت خوشی سے جان دینا بہترین کامیابی سمجھنے لگے۔ مثلاً دو واقعات

Marfat.com

پیش کرتا ہوں۔

(۱) عن انسؓ قال بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم خالی حراماً فی سبعین راکبا فلما قدموا قال لهم خالی۔ اتقدمکم فان امنونی حتی ابلّغهم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ والا کنتم منی قریبا۔ فتقدم۔ فامنوه۔ فبینما هو یحدثهم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم الی رجل منهم فطعنه۔ فاومئوا فقال الله اکبر فزت بربّ الکعبة

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ماموں حرام کو ستر سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ پس پھر وہ پہنچے تو میرے ماموں نے ان سے کہا۔ کہ میں تم سے پہلے جاتا ہوں۔ اور اگر انہوں نے مجھے امان دی کہ میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہونچا دوں۔ تو خیر۔ ورنہ تم میری مدد کے لئے قریب ہو جانا۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھے۔ اور انہوں نے ان کو پوری امان دے دی۔ لیکن جس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہونچا رہے تھے۔ تو ان لوگوں نے اپنے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔ تو اس نے ان کے ایک نیزہ مارا۔ وہ نیزہ ان کے جسم کے پار ہو گیا۔ اس پر میرے ماموں نے کہا۔ اللہ اکبر۔ کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

Marfat.com

(۲) حضرت خبیبؓ کا واقعہ بخاری اور ابوداؤد میں مذکور ہے۔ کہ جس وقت آپ کو حارث بن عامر بن نوفل کی اولاد نے شہید کیا تو آپ نے یہ شعر پڑھے۔

قلست ابالی حین اقتل مسلما　　علی ای شق کان للہ مصرعی

وذالک فی ذات الالٰہ وان یشأ　　یبارک علی اوصال شلو ممزع

جب کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاتا ہوں۔ تو مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ اللہ کے راستے میں کس پہلو پر گرتا ہوں۔ اور یہ اللہ کی راہ میں ہے۔ کہ اگر وہ چاہے۔ تو انہیں جدا جدا ہوئے اعضاء کے جوڑوں میں برکت پیدا کر دیگا۔ (ممکن ہے۔ یہی کچھ کام کر جائیں)

عقلمند لوگوں نے اس تعلیم کے ظاہری نتائج پیدا ہونے سے پیشتر ہی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ کہ یہ تعلیم یقیناً ایسے کامل ترین اخلاق پیدا کرنے والی ہے۔ کہ جن لوگوں پر اس کا اثر ہوگا۔ خواہ وہ کیسے ہی غیر مہذب اور جاہل کیوں نہ ہوں۔ نہایت جلد دنیا میں بہترین اور قوی ترین بن جائیں گے۔

Marfat.com

ہرقل کی دعوت کا واقعہ

چنانچہ ۶ھ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے بادشاہ ہرقل کو بذریعہ خط وکتابت دعوت اسلام دی۔ تو اس نے ابوسفیان کو جو اتفاقاً اسوقت روم ہی میں تھا۔ بلا کر اسلامی تعلیمات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کئے۔ حالات معلوم ہونے کے بعد ہرقل نے یہ الفاظ کہے:-

اِن یَكُ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَاِنَّہٗ نَبِیٌّ وَلَیَبْلُغَنَّ مُلْكُہٗ مَا تَحْتَ قَدَمِیْ

جو کچھ تم کہتے ہو اگر یہ سچ ہے تو وہ یقیناً نبی ہے۔ اور اسکی سلطنت ضرور میرے قدموں کے نیچے کی زمین تک پہونچے گی۔

ہرقل کی یہ رائے بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ اور یہی تعلیم آج بھی قرآن میں موجود ہے۔ مگر آج ہم نہایت خراب حالت میں ہیں۔ تمام دنیا میں مسلمان نہایت پست اور کمزور ہیں۔ اور ان کی اخلاقی اور روحانی حالت نہایت تیزی سے تنزل کر رہی ہے۔ یہ نہایت عجیب اور حیرت انگیز بات ہے۔ اور ہماری اس پست حالت کو دیکھ کر اکثر لوگوں کو یہ کہنے کا موقعہ مل گیا ہے۔ کہ ان کی مذہبی تعلیم کی بدولت ان کی یہ حالت ہے۔

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ اعمال تعلیم ہی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں مصر کے اس صدی کے ایک نامور عالم نے لکھا ہے۔

وانما يكون تغير ما بالنفس بالتربية والتعليم۔ فان المراد من التغير ما يترتب عليه تغير العمل وانما الاعمال آثار العلوم والاخلاق۔ فمتى كان العلم بالحق والباطل وبالصالح والمفاسد صحيحا۔ والاخلاق فاضلة، كانت الاعمال كلها صالحة مؤدية الى رقي الافراد وكمالهم الديني والمدني۔ ولو كان التعليم الذي جرينا عليه من عدة قرون يخرج لنا رجالاً ينهضون بالامة

اور کسی قسم کا تغیر تعلیم و تربیت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تغیر سے مراد وہ تغیر ہے جس کا نتیجہ عمل کا تغیر ہے۔ اور اعمال علوم اور اخلاق کے آثار ہیں تو پھر جب حق اور باطل اور مفاسد اور منافع اور مضار کا علم صحیح ہو گا۔ اور اخلاق عمدہ ہوں گے۔ تو اعمال بھی سب اچھے ہوں گے۔ جو کہ قوم کے افراد کو اعلے ترقی دیں گے اور دینی اور تمدنی کمالات تک پہونچا دیں گے اور موجودہ تعلیم جس پر ہم چند صدیوں سے چل رہے ہیں ایسے افراد پیدا کر دیتی جو کہ ملت اسلامی کو ترقی پر

Marfat.com

الاسلامية ويخرجونها من جحر	پہونچا دیتی۔ اور اسے گوہ کے بل سے
الضب الذی نحن فيه ــ	نکال لیتی جس میں ہم مقید ہیں۔ تو
ــ ظهرت آثارهم ولما	ان کے آثار ظاہر ہوتے۔ تو ہم اس
بقينا فی هذه المهانة التی نحن	ذلت کی حالت میں نہ رہتے جس میں
فيه منذ بضعة قرون وكاننا	ہم چند صدیوں سے مقید ہیں۔ گویا ہم
مصابون بالفالج او داء السكتة	فالج یا سکتہ کی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

ہم تو مریض ہیں اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ قرآن شریف ذریعہ شفا اور رحمت ہے۔

وننزل من القرآن ما هو	اور قرآن شریف کو ہم نے مومنوں
شفاء ورحمة للمومنين	کے لئے شفا اور رحمت کر کے بھیجا ہے

بنی اسرائیل (۸۲)

تو پھر ہم شفایاب کیوں نہیں ہوتے؟ ہم مریض کیوں ہیں؟

ہماری مذہبی کتاب کی تعلیم تو ایسی ہے۔ کہ غیر بھی اس کے ظاہری نتائج نکلنے سے پیشتر یہ رائے قائم کر لیتے ہیں۔ کہ اس تعلیم سے ایسے نتائج نکلنے والے ہیں۔ کہ اس سے جو متاثر ہوں گے۔ وہ دنیا میں سب سے زیادہ مہذب، سب سے زیادہ متمدن، کامیاب اور قوی ہوں گے۔

Marfat.com

خود وہ کتاب بھی ایسا ہی دعویٰ کرتی ہے۔ علاوہ اس کے نتائج بھی مشاہدے میں آچکے ہیں۔ اس تعلیم کے نتائج کا تجربہ بھی ہو چکا ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ یہ تعلیم اب بھی موجود ہے۔ پھر بھی ہم مریض ہیں۔ ہم پست ہیں ہم کمزور ہیں!

یہ نہایت حیرت انگیز اور عجیب بات ہے۔ اس مسئلہ کو حل کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور اس پر ہماری حیات کا انحصار ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ اس اہم ترین مسئلہ پر قوم کے بہترین دماغ غور کریں۔ تاکہ صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ اپنی بساط کے مطابق میں نے بھی اس مسئلہ پر غور کیا ہے اور جن نتائج پر پہنچا ہوں۔ پیش کرتا ہوں۔

مریض موجود ہو۔ اور اکسیر موجود ہو۔ مسموم موجود ہو۔ اور تریاق موجود ہو اور مرض نہ جاتا ہو۔ زہر نہ جاتا ہو تو اس کی یہی وجہ ہو سکتی ہے۔ کہ یا تو اکسیر اور تریاق کا استعمال نہیں کیا جاتا۔ یا اگر استعمال کیا جاتا ہے۔ تو غلط طریقہ سے کیا جاتا ہے۔

دوا جبھی نفع پہونچاتی ہے۔ جب وہ صحیح طریقہ سے استعمال کی جائے۔ اگر غلط اور غیر مناسب طریقہ سے استعمال کی جائے۔ تو وہی

زہر بن جاتی ہے۔ جب ایک طرف خداتعالیٰ قرآن کو ذریعۂ شفا فرماتا ہے۔ اور دوسری طرف تجربہ نے بھی اس کو ایسا ہی ثابت کر دیا ہے۔ کہ ایک بدترین قوم کو جو نہایت خراب اور پست حالت میں تھی۔ مشرک۔ بت پرست اور جاہل تھی۔ اس قوم کو چند سال میں بہترین قوم بنا دیا۔ اس کے مہلک ترین امراض کو شفا دیکر بہترین صحت عطا کر دی۔ اور اگر ہم باوجود اس تعلیم کے بدستور خراب حالت میں ہیں۔ تو یہ لازمی ہے۔ کہ یا تو ہم اس ذریعہ شفا کو استعمال نہیں کرتے۔ یا اگر کرتے ہیں تو غلط اور غیر مناسب طریقہ سے استعمال کرتے ہیں۔

غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ہماری تباہی کے یہی دو سبب ہیں۔ ہماری قوم کا ایک حصہ تو قرآن مجید سے بالکل ہی محروم ہے۔ اور دوسرا حصہ اس تریاق کو غلط طریقہ سے استعمال کرتا ہے۔ اور اسی وجہ سے موجودہ خراب نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔ قوم کا جو حصہ قرآن کی تعلیم سے محروم ہے۔ اس کے متعلق کسی قسم کی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ خراب حالت میں ہے۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جو دوا کو اور صحت کے طریقوں کو استعمال نہ کرے گا۔ وہ خواہ مخواہ مختلف امراض میں گھرا رہیگا۔

Marfat.com

اس وقت قوم کے دوسرے حصے کی حالت پر غور کرنا ضروری ہے۔ جو ایک بہترین تریاق کو غلط طریقہ سے استعمال کر کے اس کے فوائد سے محروم ہو رہا ہے۔

دریا رود از چشم لب تر نشود ہرگز
ایں طرفہ تماشہ بین لب تشنہ بہ آب اندر

تعلیم قرآن کا صحیح طریقہ

قبل ازیں کہ ہم اس پر غور کریں۔ کہ قوم کا ایک حصہ قرآن کی تعلیم کو کن کن غلط طریقوں سے استعمال کر کے اس کے فوائد سے محروم ہے۔ بہتر ہے۔ کہ ہم یہ دریافت کر لیں۔ کہ قرآن کی تعلیم سے فائدہ اٹھانے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ اس کے بعد فیصلہ کرنے میں ہمیں آسانی ہوگی۔ جب کوئی طبیب کوئی نسخہ لکھتا ہے تو طریقہ استعمال بھی ضرور بتلا دیتا ہے۔ اسی طرح ضروری ہے۔ کہ قرآن کی تعلیم کا صحیح طریقہ بھی ہمیں قرآن میں ملنا چاہیئے۔ قرآن مجید میں ہے کہ۔

(۱) ورتّل القرآن ترتیلا ۔ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔

Marfat.com

(٢) الذين آتينهم الكتاب يتلونه حق تلاوته اولئك يومنون به ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے۔ وہ اس کو کما حقہٗ پڑھتے ہیں۔ اور وہی اس پر ایمان لاتے ہیں۔

(٣) ومن یکفر بہ اولئك هم الخاسرون ۔ البقرہ (١٢١) اور جو لوگ اس کا انکار کریں گے۔ وہ نقصان اٹھانیوالے ہیں۔

(٤) فاقصص القصص لعلهم يتفكرون ۔ الاعراف (١٠١) ان کو قصے سناؤ۔ تاکہ وہ غور کریں

(٥) كذلك نفصل الآيات لقوم يتفكرون ۔ یونس (١٢) غور کرنے والوں کے لئے ہم اس طرح آیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

(٦) وقرانا فرقنه لتقراه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا ۔ بنی اسرائیل (١٠٦) اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس مصلحت سے اتارا کہ تم وقتاً فوقتاً مہلت کے ساتھ اسے لوگوں کو پڑھ کر سناؤ اور اسی مصلحت سے ہم نے اسے رفتہ رفتہ اتارا ہے۔

(٧) لقد انزلنا اليكم كتابا فيه ذكركم افلا تعقلون ۔ (لوگو!) ہم نے تمہاری طرف (یہ قرآن) ایسی کتاب اتاری ہے۔ جس میں تمہارا

Marfat.com

ذکر ہے کیا تم پھر نہیں سمجھتے۔ الانبیآء (۱۰)

(۸) ولا تعجل بالقراٰن من قبل ان یقضی الیک وحیہ ۔ اور اے پیغمبر تمہاری طرف جو قرآن وحی کیا جاتا ہے۔ وحی کے تمام ہونے سے پہلے قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کرو۔ سورہ طٰہٰ (۱۱۴)

(۹) ولقد ضربنا للناس فی ھذا القراٰن من کل مثل لعلھم یتذکرون ۔ اور ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لئے۔ اس قرآن میں سب ہی طرح کی مثالیں بیان کردی ہیں تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔ الروم (۵۸)

(۱۰) ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر ۔ اور ہم نے قرآن کو لوگوں کے نصیحت پکڑنے کے لئے آسان کر دیا۔ تو کوئی ہے۔ کہ نصیحت پکڑے۔ القمر (۱۷)

(۱۱) افلا یتدبرون ۔ کیا ان لوگوں نے ہمارے ارشاد یعنی قرآن میں غور نہیں کیا۔ النساء (۸۲)

(۱۲) وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القراٰن جملۃ واحدۃ اور کافر کہتے ہیں۔ کہ اس پیغمبر کا قرآن سارے کا سارا ایک دم کیوں

Marfat.com

كذلك لنثبت به فوادك و نہیں نازل کیا گیا ہم کہتے ہیں
رتلنٰه ترتیلا۔ الفرقان (۳۲) کہ جیسا وقتاً فوقتاً اترا ہے ایسا
ہی اترنا چاہیئے تھا۔ اور اے پیغمبر اس میں مصلحت ہے۔
کہ ہم وقتاً فوقتاً اس کے ذریعہ سے تمہارے دل کو تسکین دیتے رہیں۔
اور اس وجہ سے ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے۔
(۱۳) والذین اذا ذکّروا بایات اور نیز وہ لوگ کہ جب ان کو ان کے
ربهم لم یخروا علیها صما وعمیانا پروردگار کی آیتیں سنا سنا کر نصیحت
کی جاوے۔ تو اندھے اور بہرے ہو کر ان پر نہ گریں۔ الفرقان (۷۳)
(۱۴) کتاب انزلناه الیك مبارکا اے پیغمبر یہ قرآن بڑی برکت والی
لیدبروا ایاته ولیتذکر کتاب ہے۔ جو ہم نے تمہاری طرف
اولوا الالباب۔ ص (۲۹) اتاری ہے۔ تاکہ لوگ اس کی آیتوں
میں غور کریں۔ اور جو عقل رکھتے ہیں۔ اس کے مطلب سے نصیحت پکڑیں۔
(۱۵) انا جعلناه قرانا عربیا ہم نے اس کو صاف اور سلیس عربی
لعلکم تعقلون۔ زبان کا قرآن بنایا ہے۔ تاکہ تم اس
کو آسانی سمجھو۔ الزخرف (۳)

Marfat.com

(۱۶) فانما یسرنٰه بلسانك لعلهم یتذکرون - الدخان (۵۸)

پس ہم نے اس کو تیری زبان میں آسان کیا ہے۔ تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

(۱۷) فاستمسك بالذی اُوحی الیك انك علی صراط مستقیم وانه لذکرلك ولقومك وسوف تسئلون - الزخرف (۴۳)

تو اسے پیغمبر قرآن جو تمہاری طرف نازل (وحی) کیا گیا ہے۔ اس کو خوب مضبوط پکڑے رہو۔ اس میں شک نہیں کہ تم سیدھے راستے پر ہو۔ اور یہ قرآن تمہاری اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے۔ اور آگے چل کر تم سے اس کی بابت باز پرس ہوگی۔

(۱۸) افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها - سورۃ محمد (۲۴)

کیا یہ لوگ قرآن کے مطالب کو نہیں سوچتے۔ یا دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

(۱۹) یرید الله لیبین لکم و یهدیکم سنن الذین من قبلکم ویتوب علیکم والله علیم حکیم - النسآء (۲۶)

اللہ چاہتا ہے۔ کہ (انبیاء اور صلحا) جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ ان کے طریقے تم سے کھول کھول کر بیان کرے۔ اور تم کو انہیں طریقوں پر چلائے۔ اور تم پر مہر کی نظر رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔

(۲۰) لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ (الاحزاب ۲۱) — اور مسلمانو! تمہارے لئے پیروی کرنے کے لئے رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔

کلام مجید میں جو طریقہ اس کو پڑھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا ہے۔ وہ صاف طور پر ان آیات میں درج ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) قرآن مجید نہایت غور وخوض سے پڑھو۔ اور سمجھو۔ پوری طرح سے اس میں فکر کرو۔ تدبر کرو۔

(۲) جو کچھ پڑھو اس کے مطابق صحیح عمل کرو۔ کیونکہ تمہاری پیدائش کا مقصد عمل ہے۔

(۱) الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔ — اللہ تعالےٰ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے۔ کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔ (الملک ۲)

(۲) یرید اللہ لیبین لکم و یھدیکم سنن الذین من قبلکم۔ النسآء (۲۷) — اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ (انبیاء وصلحاء) جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ ان کے طریقے تم سے کھول کھول کر بیان کرے۔ اور تمہیں انہیں طریقوں پر چلائے۔

Marfat.com

(۴) اور کلام مجید کی تعلیم پر عمل کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور نمونہ پیش رکھو۔ کسی تعلیم پر عمل کرنے میں آسانی اسی وقت ہو سکتی ہے۔ جب کہ اس پر عمل کا مجسم نمونہ پیشِ نظر رہے۔ تاکہ مختلف لوگ مختلف طریقۂ عمل استعمال نہ کریں۔ اور افراط تفریط سے محفوظ رہیں۔ خود قرآن مین قرآن کی تعلیم کا طریقہ بالکل صاف طور سے بتلا دیا گیا ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلعم اور صحابہؓ اسی طریقہ پر کاربند ہوئے۔ اور پورے کامیاب ہوئے۔

حضور پر نور قرآن مجید پر بے انتہا غور فرماتے تھے۔ بعض وقت صرف ایک آیت کو بار بار تلاوت فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ پوری رات گذر جاتی تھی۔ اور صبح ہو جاتی تھی۔ امام ابن قیم اپنی کتاب زاد المعاد کی پہلی جلد صفحہ ۹۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرتل السورۃ حتی تکون اطول من اطول منہا وقام بآیۃ حتی الصباح من آیاتھا۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک معمولی سورت بڑی سے بڑی سورت ہو جاتی تھی اور بعض دفعہ ایک ہی آیت پر

ٹھہر جاتے تھے۔ اور اسی کو بار بار صبح تک پڑھتے رہتے تھے۔

۸۸۱۶

Marfat.com

تعلیم قرآن کے بارے میں صحابہ کرام کی آراء اور تعامل

حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔

ان الترتیل والتدبر مع قلة	آہستہ پڑھنا اور غور کرنا جس میں قرآن
القرأة افضل من سرعة القرأة	شریف اگرچہ تھوڑا پڑھا جائے۔ یہ
مع کثرتها۔ بان المقصود من القرأة	اس سے بہتر ہے۔ کہ جلدی پڑھا جائے۔
فهمه وتدبره والتفقه فیه	کیونکہ پڑھنے سے مقصود سمجھنا اور غور
والعمل به وتلاوته وحفظه	کرنا ہے۔ تاکہ اس پر عمل ہو سکے۔ اور اس
وسیلة الی معانیه کما قال بعض	کا پڑھنا اور یاد رکھنا معانی تک پہنچنے
السلف نزل القرآن لیعمل	کا وسیلہ ہے۔ چنانچہ ایسا ہی بعض سلف
به فاتخذوا تلاوته عملا ولهذا	نے کہا ہے۔ کہ قرآن شریف اس لئے
کان اهل القرآن هم العالمون	نازل ہوا ہے۔ تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔
به والعاملون بما فیه وان لم	مگر انہوں نے اس کی تلاوت کو ایک
یحفظوه عن ظهر قلب واما من	مستقل عمل بنا لیا۔ اسی لئے گذشتہ طبقات
حفظه ولم یفهمه ولم یعمل	میں اہل قرآن وہی سمجھے جاتے تھے۔

Marfat.com

به فليس من اهله وان اقام حروفه اقامة اللهم واما مجرد التلاوة من غير فهم ولا تدبر ينفعها البر والفاجر والمؤمن والمنافق كما قال النبي صلعم مثل المنافق الذي يقرأ القرآن كمثل الريحانة ريحها طيب و طعمها مرٌّ

جو قرآن شریف کے عالم اور عامل بنتے اگرچہ ان کو زبانی حفظ بھی ہوتا تھا۔ لیکن جس شخص نے قرآن کو یاد کیا۔ اور اس کے مطالب سمجھے۔ نہ ان پر عمل کیا۔ تو وہ اہل قرآن میں سے نہیں ہے۔ اگرچہ اسکے حروف کو تیر کیطرح اس نے درست کر لیا۔ اور مختصر تلاوت جو کہ فہم اور تدبر سے خالی ہو۔ اس کو تو ہر نیک و بد مومن اور منافق کر سکتا ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ جو منافق قرآن شریف پڑھتا ہے۔ اس کی مثال ریحان کی سی ہے۔ کہ اس کی بو عمدہ ہے۔ اور مزا کڑوا ہے۔

وقال شعبة حدثنا ابو حمزة قال قلت لابن عباس: انّي رجل سريع القراءة وربما قرأت القرآن في ليلة مرّة او مرّتين۔ قال ابن عباس لان اقرأ سورة واحدة

شعبہ نے کہا ہے۔ کہ ابو حمزہ نے ہم سے بیان کیا۔ کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا۔ کہ میں تیز پڑھنے والا ہوں۔ بعض اوقات ایک رات میں ایک یا دو مرتبہ قرآن ختم کر لیتا ہوں۔ ابن عباس نے کہا۔ کہ مجھے

Marfat.com

اعجب الیّ من ان افعل ذلك الذی تفعل فان کنت فاعلاً لابدّ فاقرأ قراءةً تسمع اذنيك ويعيه قلبك

اس طرح قرآن پڑھنے سے ایک سورۃ پڑھنا بہتر معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال اگر تم تیزی سے ہی پڑھنا چاہو۔ تو یہی ایسے پڑھو۔ کہ تمہارے کان سنیں۔ اور تمہارا دل اسے یاد کرے۔

قال ابن مسعود: قفوا عند عجائبه وحرکوا به القلوب ولا یکن همّ احدکم اخر السورة

ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے۔ کہ قرآن شریف کے عجائب پر ٹھہرو۔ اور ان سے دلوں میں رقت پیدا کرو۔ اور تمہاری یہ کوشش نہ ہو۔ کہ خواہ مخواہ آخری سورۃ تک پہونچو۔

وقال عبد الرحمن ابن ابی لیلٰی: دخلت علی امرأة وانا اقرأ سورة هود۔ فقالت: یا عبد الرحمٰن هکذا تقرأ سورة هود والله انی فیها منذ ستة اشهر وما فرغت من قرأتها۔

عبد الرحمٰن بن ابی لیلٰے نے کہا۔ کہ میں ایک عورت کے ہاں گیا۔ اور میں سورہ ہود پڑھ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ اے عبدالرحمٰن تم اس طرح سورۂ ہود پڑھتے ہو خدا کی قسم میں چھ مہینے سے سورۂ ہود پڑھ رہی ہوں۔ اور اب تک اس سے

Marfat.com

فارغ نہیں ہوئی۔

حضرات صحابہ کرام ایک طرف تو قرآن مجید پر اس قدر غور کرتے تھے۔ اور دوسری طرف اس پر پورا عمل فرماتے تھے۔ قرآن شریف کو اس طرح پڑھتے تھے۔ کہ پہلے دس آیتیں پڑھیں۔ اور ان پر عمل کیا۔ پھر اس کے بعد دس آیتیں پڑھیں اور ان پر عمل کیا۔ اور پھر اس کے بعد دس آیتیں پڑھتے تھے۔ اور ان پر عمل کرتے تھے۔ فقط پڑھنے اور سمجھنے کو ہی مقصود نہیں بنایا تھا۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر (پہلی جلد ص۳) میں درج ہے۔

قال الاعمش عن ابی وائل عن ابن مسعودؓ قال کان الرجل منا اذا تعلم عشر آیات لم یجاوز ھن حتی یعرف معانیھن والعمل بھن۔

اعمش نے ابن وائل سے روایت کی ہے۔ اور وہ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب کوئی شخص ہم میں سے دس آیتیں سیکھ لیتا تھا۔ تو اس سے زیادہ نہ پڑھتا تھا اور جب تک انکے معانی سمجھ نہ لیتا ان پر عمل نہ کرتا۔

قال ابو عبد الرحمٰن السلمی حدثنا الذین کانوا یقرؤننا انھم

ابو عبد الرحمٰن سلمی نے فرمایا ہے۔ کہ ہم سے ان لوگوں نے بیان کیا ہے۔ جو

Marfat.com

کانوا یستقرئون من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا تعلموا عشر آیات لم یجاوزوھا حتی یعلموا بما فیہا من العمل فتعلمنا القرآن والعمل جمیعاً۔

ہم کو پڑھاتے تھے۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا کرتے تھے۔ اور جس وقت دس آیتیں پڑھ لیتے تھے تو ان سے تجاوز نہ کرتے تھے۔ جب تک کہ ان پر عمل نہ کرتے تھے۔ لہٰذا ہم نے قرآن اور اس پر عمل دونوں اکٹھے سیکھے تھے۔

✗ اس کے ساتھ ہی حضرات صحابہ کرامؓ اس پر غور کرتے تھے۔ کہ قرآن کی تعلیم سے پہلے ان کی حالت کیا تھی اور اس تعلیم کے اثر سے ان کی حالت کیا ہو گئی؟ اپنی حالتوں کا موازنہ کرتے تھے۔ اور قرآن کی تعلیم سے جو اثرات ان پر ہوتے تھے۔ ان کا پورا اندازہ کر لیتے تھے۔ چنانچہ سیرۃ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۱۶ میں درج ہے۔ کہ جب حبش کے بادشاہ نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو دربار میں بلایا۔ اور ان سے اسلامی تعلیم کے بارے میں دریافت کیا۔ اور کہا کہ تم نے اپنے مذہب کو چھوڑ کر کیوں اسلام اختیار کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا:۔

ایھا الملک کنا قوماً اھل جاھلیۃ

اے بادشاہ ہم جاہل تھے۔ اور

نعبد الاصنام و ناکل المیتة و نأتی الفواحش و نقطع الارحام و نجو الجود و یاکل القوی من الضعیف فکنا علی ذلك

بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ اور بے حیائی کے کام کیا کرتے تھے قطع رحمی کیا کرتے تھے۔ اور ہمسایوں سے برائی کرتے تھے۔ اور ہم میں سے قوی ضعیف کو کھا جاتا تھا۔ ہم اس حالت میں تھے۔

حتی بعث اللہ الینا رسولا منا نعرف نسبه و امانته و عفافه فدعانا الی اللہ لنوحده و نعبده و نخلع ما کنا نعبد و آباؤنا من دونه من الحجارة والاوثان و امرنا بصدق الحدیث و اداء الامانة و صلة الرحم و حسن الجوار والکف عن المحارم والدماء و نهانا من الفواحش و قول الزور و اکل مال الیتیم و قذف المحصنة

کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف رسول بھیجا جس کے نسب۔ امانت اور پاک دامنی سے ہم خوب واقف ہیں۔ اس نے ہمیں توحید کی دعوت دی تاکہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور ہم اور ہمارے آبا پہلے جن بتوں اور پتھروں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ان کو چھوڑ دیں۔ اور اس نے ہمیں سچ بولنے اور امانت ادا کرنے اور صلہ رحمی کرنے اور ہمسایوں کے

Marfat.com

وامرنا ان نعبد الله وحده	ساتھ نیکی کرنے اور محرمات اور
ولا نشرك به شيئاً۔ وامرنا	خون ریزی سے بچنے کا حکم دیا۔ اور
بالصلوٰة والزكوٰة والصيام	جھوٹی باتوں اور یتیموں کا مال کھانے اور
فعدّد عليه امور الاسلام	عفیف عورتوں کو تہمت لگانے سے
فصدقناه وآمنا به واتبعناه	منع کیا۔ اور اس کا حکم دیا کہ ایک ہی
على ما جاء به من الله۔ نعبد	خدا کی پرستش کرو۔ اور اس کے ساتھ
الله وحده ولا نشرك به	کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور ہمیں نماز اور
شيئاً وحرمنا ما حرم علينا و	زکوٰۃ اور روزے کا حکم دیا۔ حضرت
احللنا ما احل لنا فعدا علينا	جعفر بن ابی طالب نے سب اسلامی
قومنا فعذبونا وفتنونا على	کام نجاشی کو گن کر سنائے۔ اور اس
دين ليردونا الى عبادة الاوثان	کے بعد کہا۔ کہ ہم نے اس نبی کی تصدیق
من عبادة الله تعالى۔	کی اور اس پر ایمان لائے اور جو کچھ وہ

خدا کی طرف سے لایا ہے۔ ہم نے سب کو تسلیم کیا۔ اس لئے ہم صرف ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتے۔ جو چیز اس نے حرام کی ہے۔ اس کو حرام سمجھتے ہیں۔ اس پر ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی۔

Marfat.com

اور اس نے ہمیں عذاب دیا۔ اور دین کی وجہ سے تکلیفیں دیں۔ تاکہ ہمیں خدا کی عبادت سے بتوں کی عبادت کی طرف پلٹ دیں۔

قرآن کی تعلیم کا طریقہ خود قرآن شریف سے اور رسول اللہ صلعم اور اصحابہ کرامؓ کے عمل سے بالکل واضح ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ فرمائیں۔ کہ ہم کس قدر اس طریقہ تعلیم کے مطابق قرآن سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اب اگر وہی نتائج پیدا نہیں ہوتے تو کیا تعجب کی بات ہے۔ اگر وہ نتائج آپ چاہتے ہیں۔ تو ضروری ہے کہ اسی طریقہ سے قرآن مجید سے فائدہ اٹھائیں ہماری نجات اسی طریقہ پر منحصر ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل صحیح فرمایا ہے۔

لا یصلح آخر هذه الامة الا بما صلح اولها۔ — اس امت کے آخری حصہ کی اصلاح فقط اسی چیز سے ہوگی جس سے اول کی ہوئی۔

×اب ہمیں اس پر غور کرنا ہے۔ کہ اس صحیح طریقہ کے چھوڑنے سے قرآن کی اصلی تعلیم میں کون سے نقص پیدا ہو گئے ہیں۔ تاکہ ان کی تلافی کرنے میں خاص طور سے سعی کی جائے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ غلط طریقہ تعلیم

Marfat.com

سے ہم قرآن کے صحیح مطالب سے کس قدر دور ہو گئے ہیں۔

ایک حصہ قوم کا تو قرآن پڑھتا ہی نہیں۔ بالکل محروم ہے۔ لہذا اس کو اس تعلیم سے بُعد ہے۔ اور اس طبقہ کے بارے میں کسی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ دوسرا طبقہ جو اپنے آپ کو قرآن کی طرف متوجہ سمجھتا ہے۔ وہ بھی قرآن سے صحیح طریقے پر مستفید نہ ہونے کی وجہ سے اس کے صحیح مطالب سے دور ہو چکا ہے۔ اور دور ہوتا جاتا ہے۔ اس طبقے میں سے ایک حصہ تو قرآن کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔ بلکہ نقل الفاظ کو ہی کافی سمجھتا ہے۔ چنانچہ ہمارے اکثر مکاتب میں یہی رنگ ہے۔ اس طبقے کا دوسرا حصہ اگرچہ قرآن شریف کے مطالب سمجھنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ وہ ان کے سمجھنے کے مقدمات ہی میں الجھا رہتا ہے۔ اور قرآن شریف پر غور کرنے کی طرف نہ تو توجہ کرتا ہے۔ اور نہ اُسے اس کا وقت ہی مل سکتا ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ جو علمائے ہند کے امام ہیں اپنی نادر کتاب تفہیمات الٰہیہ میں اسی طبقے کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

قرآن کے غلط طریقۂ تعلیم کے نتائج اور شاہ ولی اللہ کی رائے۔

واقول لطلبۃ العلم: اور میں طالب علموں سے کہتا ہوں۔

Marfat.com

ایھا السفھاء والمسمّون انفسکم — کہ اے بیوقوفو! جو خود کو علماء کا خطاب
بالعلماء اشتغلتم بالعلوم — دیتے ہو۔ تم یونانیوں کے علوم میں مشغول
الیونانیین وبالصرف والنحو — ہو گئے ہو۔ اور صرف اور نحو میں پھنس
وظننتم ان ھذا ھو العلم — گئے ہو۔ اور تمہارا خیال یہ ہے۔ کہ یہ
حقیقی علم ہے۔

اس کے بعد ایک موقعہ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ قرآن مجید سمجھنے کے لئے جن مقدمات کی ضرورت ہے۔ ان کو بقدر ضرورت سیکھا جائے۔ نہ کہ ان کو مستقل درجہ دے دیا جائے۔

ان لا تشتغلوا بالعلوم الآلیۃ — علوم آلیہ میں شغل محض آلہ ہونے کی
الا بانھا آلۃ۔ لا بانھا امور مستقلۃ — حیثیت سے کیا جاوے۔ نہ کہ اس لحاظ
سے کہ وہ مقصود بالذات ہیں۔

اور چونکہ یہ طبقہ صرف و نحو۔ منطق۔ کلام۔ معانی اور بدیع وغیرہ میں تکمیل فنون کے لئے تقریباً تمام وقت صرف کر دیتا ہے۔ اس لئے اصل قرآن کی طرف توجہ کرنے کا موقعہ ہی اس کو نہیں ملتا۔ اور جس قدر قلیل اقل حصہ اپنی تعلیم کے زمانہ کا قرآن شریف میں صرف کرتا ہے۔ وہ بھی مفسرین کے

Marfat.com

مختلف خیالات معلوم کرنے میں صرف کر دیتا ہے۔ یہ رنگ ہمارے عربی مدارس میں پایا جاتا ہے۔ نہایت افسوس ہے۔ کہ آج خالص قرآن کی تعلیم ہی کہیں نہیں دی جاتی۔ جو لوگ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ قرآن کی تعلیم ہوتی ہے حقیقت میں وہ قرآن کی تعلیم نہیں ہوتی۔ بلکہ تفسیر قرآن کی تعلیم ہوتی ہے۔ دراصل قرآن کی تعلیم اور تفسیر قرآن کی تعلیم علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک چیز نہیں۔ قرآن خود ایک مستقل کتاب ہے۔ اور صاف سلیس عربی میں ہے۔ خدا تعالٰے قرآن کے بارے میں فرماتا ہے۔

فانما یسرناہ بلسانك لعلھم یتذکرون۔	ہم نے اس کو تیری زبان میں آسان کیا ہے۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ الدخان ۵۸
ولقد یسّرنا القرآن للذکر فھل من مدّکر۔	اور ہم نے قرآن کو لوگوں کی نصیحت پکڑنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ تو کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے۔ القمر ۱۷
قرآنا عربیا غیر ذی عوج لعلھم یتقون - الزمر ۲۸	یہ قرآن صاف سلیس عربی زبان میں ہے۔ اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہیں

Marfat.com

تاکہ اس کو سمجھ کر خدا سے ڈریں۔

قرآن اور تفسیر کے متعلق شاہ اسماعیل شہیدؒ کی رائے

جو شخص عربی جانتے ہوں وہ اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور اگر ساتھ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ پیش نظر رکھیں جسکا حکم خود قرآن میں ہے۔ اور جو صحیح احادیث کے ذریعہ سے بالکل محفوظ ہے۔ تو انہیں کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اور وہ بالکل صحیح طور پر قرآن شریف کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور اس کے مطابق عمل کر سکتے ہیں۔ اور جو لوگ عربی نہیں جانتے ان کے لئے بہترین ترجمے موجود ہیں۔ وہ ان کے ذریعہ سے سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ لوگوں نے سمجھ لیا ہے۔ کہ ہم قرآن نہیں سمجھ سکتے۔ اس کے سمجھنے کے لئے بہت سے علوم و فنون کے حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور بڑے عالم ہونے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ شاہ اسماعیل صاحب شہیدؒ نے کتاب تقویۃ الایمان ص۳۰ میں اس خیال کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

"اس زمانہ میں دین کی بابت میں جو لوگ کئی راہیں چلتے ہیں۔ کوئی پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں۔ کوئی قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں۔ اور کوئی مولویوں

Marfat.com

کی باتوں کو جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں۔
اور یہ عوام الناس میں مشہور ہے۔ کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے۔
اسکے لئے بڑا علم چاہیئے۔ ہم کو وہ طاقت کہاں ہے۔ کہ ان کا کلام سمجھیں۔ اور
اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے۔ سو ہماری کیا طاقت ہے۔ کہ اس
کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی (بات) باتیں کفایت کرتی ہیں۔ سو یہ بات
بہت غلط ہے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ قرآن شریف میں باتیں
بہت صاف و صریح ہیں۔ ان کا سمجھنا مشکل نہیں۔ اور اللہ و رسول کے کلام کو
سمجھنے کے لئے بہت علم نہیں چاہیئے۔ کہ پیغمبر تو ناد انوں کو راہ بتانے کو اور
جاہلوں کو سمجھانے کو اور بے علموں کو علم سکھانے کو آئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے سورہ جمعہ میں فرمایا ہے۔

ھو الذی بعث فی الامیین	وہ (خدا) ہی تو ہے جس نے اُن
رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ	پڑھوں میں انہیں میں سے پیغمبر بنا کر
ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ	بھیجا۔ وہ ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ
وان کانوا من قبل لفی ضلال	کر سناتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے
مبین ○ الجمعہ (۲)	اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

Marfat.com

ورنہ اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔

سو جو کوئی یہ آیت سن کر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ اور ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے اور کوئی نہیں چل سکتا۔ سو اس نے اس آیت کا انکار کیا۔ اس بات کی مثال یہ ہے۔ کہ جیسے بڑا حکیم ہو اور ایک بہت بیمار۔ پھر کوئی شخص اس بیمار سے کہے۔ کہ فلاں حکیم کے پاس جانا۔ اور اس سے علاج کروانا۔ اور بیمار کہے۔ کہ یہ تو بڑے بڑے تندرستوں کا کام ہے۔ مجھ سے یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ میں تو سخت بیمار ہوں۔ سو وہ بیمار احمق ہے اور اس حکیم کی حکمت سے انکار کرتا ہے۔ اس واسطے کہ حکیم تو بیماروں ہی کے علاج کے واسطے ہے۔ اور جو تندرستوں کا علاج کرے۔ اور انہیں کو اس کی دوا سے فائدہ ہو۔ اور بیماروں کو کچھ فائدہ نہ ہو۔ تو وہ حکیم کاہے کا۔

افسوس ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ قرآن تو ہم سمجھ نہیں سکتے۔ البتہ مختلف حضرات نے (اپنے اپنے خیالات کے لحاظ سے) جو شرحیں (تفسیریں) قرآن کریم کی لکھی ہیں۔ وہ ہم سمجھ سکتے ہیں۔ اور انہیں کو سمجھنا اور ان شرحوں کی سمجھنے کی کوشش کو لوگوں نے قرآن کی تعلیم سمجھ رکھا ہے۔ اگر یہ شرحیں اور تفاسیر ایسی ہوتیں کہ فقط قرآن مجید کا صحیح مطلب ادا کرتیں تو اس میں کوئی نقصان نہ ہوتا۔ لیکن

Marfat.com

غضب تو یہ ہے ۔ کہ مختلف لوگوں نے مختلف زمانوں میں ماحول کے مختلف اثرات سے متاثر ہو کر جو طرح طرح کی باتیں اپنی شرحوں اور تفاسیر میں ایسی درج کی ہیں ۔ کہ جن میں اور قرآن میں کوئی مناسبت ہی نہیں ہے ۔ لوگ ان باتوں کو قرآن کی تعلیم سمجھنے لگے ہیں ۔ اور حقیقت میں وہ قرآن کی تعلیم سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے ۔

Marfat.com

دوسرا باب

مختصر تاریخ تفسیر

یہ بات واضح کرنا ضروری ہے۔ اور اسی لئے میں قرآن کی شرحوں کا ابتدائی اور انتہائی مختصر خاکہ بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ شروع میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے زمانہ میں قرآن مجید کے لئے کسی خاص شرح کے لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ قرآن مجید عربوں کی مادری زبان میں تھا۔ اس کو وہ اچھی طرح سمجھتے تھے۔ البتہ جب مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔ اور کثرت سے عجمی لوگ مسلمان ہونے شروع ہوئے۔ تو چونکہ ان کی مادری زبان عربی نہ تھی اس لئے انہیں قرآن سمجھنے میں دقت شروع ہوئی۔ اس دقت کے رفع کرنے کے لئے جہاں جہاں قرآن مجید کی عبارت میں عجمیوں کے لئے اشکال سمجھے گئے ان کے مطالب کو دوسرے ایسے الفاظ اور جملوں کے ذریعے سے واضح کیا جانے لگا۔ جن کو نسبتاً آسانی سے سمجھا

جا سکے۔

صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں ان تفسیری جملوں اور فقروں کو کسی کتاب کی، شکل میں لکھنے کی مطلق ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ بلکہ جو حضرات قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ تعلیم دینے کے وقت جہاں ضرورت ہوتی تھی ایسے الفاظ اور فقرے استعمال کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ تک کے زمانے میں ان تفسیری الفاظ اور جملوں کی زیادہ ضرورت ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے ایسے تفسیری جملے صرف چند مروی ہیں۔ صاحب کشف الظنون جلد ۲ ص ۳۳۲ میں لکھتے ہیں۔

والروایۃ عن الثلٰثۃ فی ندرۃ جداً۔	ان تینوں سے بہت ہی تھوڑی روایت ہے۔

✓ سب سے زیادہ تفسیری جملے صحابہؓ میں سے حضرت ابن عباس سے مروی ہیں۔ کیونکہ آپ چھوٹے صحابہ میں سے تھے۔ اور آپ کی وفات ۶۸ھ میں ہوئی ہے۔ اور اس عرصہ میں کثرت سے عجمی لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ اور بوجہ عجمی ہونے کے ان کو ایسے تفسیری جملوں اور الفاظ کی زیادہ ضرورت تھی۔ لیکن بہت افسوس ہے۔ کہ بہت سے جھوٹے راویوں نے اپنی طرف

Marfat.com

سے تفسیری فقرے اور جملے بنا کر حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

[۲] صحابہؓ کرام کے بعد تابعین نے قرآن شریف پڑھانا شروع کیا۔ اور اس تعلیم کے دو مرکز ہو گئے۔ ایک مکہ اور دوسرا کوفہ مکہ میں حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد مثلاً مجاہد اور سعید بن جبیر۔ عکرمہ۔ طاؤس بن کیسان۔ عطا بن ابی رباح قرآن کی تعلیم خصوصیت سے دیتے تھے۔ اور کوفہ میں حضرت ابن مسعودؓ کے شاگرد مثلاً علقمہ بن قیس۔ اسود بن یزید۔ ابراہیم نخعی اور شعبی وغیرہ۔

حضرات تابعین کے زمانہ میں بھی قرآن مجید کے مطالب سمجھانے والے تفسیری الفاظ اور فقروں کو لکھوانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ بلکہ قرآن کی تعلیم کے وقت وہ استعمال کیے جاتے تھے۔

[۳] حضرات تابعین کے بعد ان کے شاگردوں نے صحابہؓ اور تابعین کے ان تفسیری الفاظ اور فقروں کو لکھنا شروع کر دیا۔ جن حضرات نے خصوصیت سے یہ الفاظ اور فقرے جمع کیے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ سفیان بن عیینہ۔ وکیع بن الجراح شعبہ۔ یزید بن ہارون۔ عبدالرزاق ابن ابی ایاس۔ اسحاق

Marfat.com

بن راہویہ - روح بن عبادہ - عبد بن حمید - ابی بکر بن ابی شیبہ -

اگر یہ سلسلہ اسی طرح قائم رہتا تو نہایت مفید ہوتا - اور آج قرآن کی اصلی تعلیم صحیح رنگ میں جاری رہتی - لیکن افسوس ہے - کہ اس طبقے کے بعد ایسے حضرت پیدا ہوئے - جنہوں نے اپنی شرحوں میں قرآن مجید کے صحیح مطالب کو پوری طرح پیش نظر نہیں رکھا - بلکہ بہت سی غیر صحیح باتیں بھی اپنی شرحوں میں درج کر دیں - اور مختلف تفسیروں کی کتابیں ایسی لکھنی شروع کیں جن میں قرآن کے کچھ حصے کے صحیح اور کچھ حصے کے غیر صحیح مطالب موجود تھے -

ان کے بارے میں صاحب کشف الظنون جلد ۲ ص ۳۳۶ میں تحریر فرماتے ہیں -

ثم الف فی التفسیر طائفۃ	اس کے بعد متاخرین میں سے ایک
من المتاخرین فاختصروا الاسانید	جماعت نے تفسیریں تالیف کیں - اور
ونقلوا من الاقوال کثیرا فدخل من	اسنادوں کو مختصر کر دیا - اور بہت سے
ھھنا الدخیل والتبس الصحیح	اقوال نقل کر دیے - یہاں سے زائد باتیں
والعلیل ثم صار کل من سنح لہ قول	داخل ہونے لگیں - اور صحیح اور ضعیف
یوردہ ومن خطر ببالہ شئ یعتمدہ	آپس میں ملتبس ہو گئے - اس کے بعد جس

ثم ینقل ذلک خلف عن السلف عاماً ان له اصلاً غیر ملتفت الی ما ورد عن السلف الصالح۔

کسی کو کوئی بات معلوم ہوئی۔ وہی درج کردی اور جو کچھ اس کے خیال میں آیا۔ اسی پر اعتماد کر لیا۔ اس کے بعد ہر ایک پچھلا طبقہ اپنے متقدمین سے نقل کرنے لگا۔ اس خیال سے کہ کوئی نہ کوئی ضرور اسکی اصلیت ہوگی۔ اور انہوں نے اس کی تحقیق نہیں کی۔ کہ سلف صالحین سے اس میں کیا منقول ہے۔

× ان تفسیروں میں کلام مجید کے الفاظ کے حسب خلاف تک غیر صحیح معنی درج ہونے لگے۔ اس کا اندازہ علامہ سیوطی کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے۔

رایت فی تفسیر قوله تعالیٰ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین نحو عشرة اقوال مع ان الوارد عن النبی صلعم وجمیع الصحابة والتابعین لیس غیر الیهود و النصاریٰ۔

میں نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی تفسیر میں دس مختلف قول دیکھے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب صحابہ کرام اور تابعین سے یہود نصاریٰ کے سوا اور کچھ مروی نہیں ہے۔

مفسرین کے اس طبقہ کے بعد ایک دوسرا طبقہ پیدا ہوا۔ جنہوں نے

اپنی کتابوں میں قرآن مجید کے غیر صحیح مطالب ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ انہوں نے قرآن مجید کے مطالب کو صرف اس فن میں محصور کرنے کی کوشش کی ۔ جس کو وہ اچھی طرح جانتے تھے ۔ مثلاً جس کو نحو اچھی طرح آتی تھی ۔ اس نے اپنی تفسیر میں کلام مجید کے صحیح مطالب کو پیش کرنے کی جگہ ساری قوت قرآن کی آیتوں کے نحوی نکات بیان کرنے اور ان پر بحث کرنے اور نحو کے مسائل نقل کرنے میں صرف کردی ۔ اور اسی طرح ان تفاسیر کا پڑھنے والا صرف یہ سمجھ سکتا ہے ۔ کہ گویا قرآن شریف صرف علم نحو ہی کی تعلیم کی غرض سے نازل ہوا ہے ۔ مثلاً اس قسم کی ایک تفسیر میں بجائے اس کے کہ بسم اللہ کا صاف مطلب ظاہر کر دیا جاتا ۔ اس کے پڑھنے کی تین ہزار ترکیبیں درج کر دی ہیں ۔ اس بارے میں بجائے اس کے کہ میں خود کچھ کہوں بہتر معلوم ہوتا ہے ۔ کہ کشف الظنون کی حسب ذیل عبارت نقل کر دوں ۔ یہ عبارت اس بات کو واضح کر دے گی ۔ کشف الظنون جلد ۲ صفحہ ۳۳

ثم صنف بعد ذالک قوم ابرعوا	اس کے بعد ایسے لوگوں نے تصنیف
فی شئی من العلوم ملاء کتابه	کی جنہوں نے کسی ایک علم میں قوت حاصل
بماغلب علی طبعه من الفن	کی ہے ۔ اور اپنی کتاب کو اسی فن سے

Marfat.com

واقتصر فيه على ما تمهر فيه كانّ
القرآن انزل لاجل هذا العلم
لا غير مع ان فيه بيان كل شيءٍ
فالنحوي ليس له همّ الا الاعراب
وتكثير الاوجه المحتملة فيه وان
كانت بعيدة وينقل قواعد النحو
ومسائله وفروعه وخلافياته
كالزجاج والواحدي في البسيط
وابو حيّان في البحر والنهر والاخباريُّ
ليس له شغل الا القصص واستيفاؤها
والاخبار عمن سلف سواء كان
صحيحة او باطلة ومنهم الثعلبي
والفقيهُ يكاد يسرد فيه الفقه
جميعًا وربما استطرد الى اقامة
ادلّة الفروع الفقهية التي لا

بھر دیا ہے۔ جو اس کی طبیعت میں غالب
تھا۔ اور محض اسی پر اکتفا کیا جس میں
کہ اسے مہارت حاصل تھی۔ گویا کہ قرآن
شریف محض اسی علم کے لئے نازل ہوا
تھا۔ باوجودیکہ اس میں ہر چیز کا بیان
موجود ہے۔ نحوی کو فقط اعراب اور
وجوہ ترکیب ہی مدِنظر رہتے ہیں۔ اگرچہ
وہ بعید ہی کیوں نہ ہو۔ اور وہ نحو کے
قواعد اور مسائل اور فروع اور خلافیات
ہی کو داخل کریگا۔ جسطرح کہ زجاج
اور واحدی نے بسیط اور ابو حیان
نے بحر اور نہر میں کیا ہے۔ اور
اخباری کو محض قصے اور ان کی تکمیل
ہی مدنظر رہتی ہے۔ اگر گذشتہ قصے
خواہ وہ صحیح ہوں۔ یا غلط۔ ثعلبی بھی ایسے

Marfat.com

تعلق لها بالآية اصلاً والجواب على ادلّة المخالفين كالقرطبي وصاحب العلوم العقلية خصوصاً الامام فخر الدين فقد ملاء تفسيره باقوال الحكماء والفلاسفة وخرج من شيء الى شيء حتى يقضي الناظر العجب قال ابوحيان في البحر جمع الامام الرازي في تفسيره اشياء كثيرة طويلة لا حاجة بها في علم التفسير ولذلك قال بعض العلماء فيه كل شيء الا التفسير والمبتدع ليس له قصد الا تحريف الآيات و تسويتها على المذهب الفاسد بحيث انه لولاح له اشارة من

حضرات ہی میں سے ہیں۔ اور فقیہ کا یہی مطلب ہوتا ہے۔ کہ ساری فقہ داخل کر دے۔ بسا اوقات فقیہ فروعات فقہ کی دلیلیں لے آتا ہے۔ حالانکہ ان کو نفس آیات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اور پھر ان دلیلوں کے مخالفین سے جوابات بھی نقل کر دیتا ہے۔ ایسے حضرات میں قرطبی ہیں۔ اور صاحب علوم عقلیہ خصوصاً امام رازی جنہوں نے اپنی تفسیر کو حکماء اور فلاسفروں کے اقوال سے بھر دیا ہے۔ اور کہاں سے کہاں تک چلے جاتے ہیں جس کے دیکھنے والا متعجب ہو جاتا ہے۔ ابوحیان نے بحر میں کہا ہے۔ کہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں بہت سی چیزیں ایسی درج کی ہیں۔ جن کی علم تفسیر میں کچھ ضرورت

بعيد اخذها او وجد موضعا
له فيه او في مجال سارع اليه۔
والملحد فلا تسئل عن كفره والحاده
في آيات الله وافترائه على الله ما
لم يقله ومن ذلك القبيل الذين
يتكلمون في القرآن بلا سند
ولا نقل عن السلف ولا رعاية
للاصول الشرعية والقواعد العربية
كتفسير محمود بن حمزه الكرماني
في مجلدين سماه العجائب الغرائب
ضمنه اقوالا هي عجائب عند
العوام وغرائب ما نقلت
عن السلف بل نقل فيه
اقوالا منكرة لا يحل الاعتقاد
عليها ولا ذكرها الا للتحذير من

نہ تھی۔ اس لئے بعض علماء نے فرمایا ہے۔
کہ امام رازی کی تفسیر میں سب کچھ ہے۔
مگر تفسیر نہیں۔ اور ایک بدعتی کی غرض
محض آیتوں کی تحریف ہی ہوتی ہے۔
تاکہ ان کو اپنے فاسد مذہب پر
منطبق کرے۔ یہاں تک کہ اگر اس
کو کوئی دور کی بات بھی سوجھتی ہے۔
تو اسے لے لیتا ہے۔ یا اگر کوئی ایسا
موقع پاتا ہے جس میں اس کی بات
کچھ بھی بن سکے تو فوراً اپنا لیتا ہے۔ اور
ملحد کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ کہ وہ خدا کی
نسبت جھوٹ بناتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے
مطلقاً نہیں فرمایا اور جو لوگ قرآن شریف
میں بلا سند یا سلف صالحین کے اقوال
کے ماسوا اور قواعد عربیہ اور اصول شرعیہ

ذلك و سئل البلقينى عمّن
فسّر بهذا افتى بانه ملحد
واما كلام الصوفية فى القرآن
فليس بتفسير قال ابن الصلاح
فى فتاواه وجدت عن الامام
الواحدى انه قال صنف السلمى
حقائق التفسير ومن اعتقد ان
ذلك تفسير فقد كفر۔ قال النسفى
فى عقائده النصوص تحمل
ظواهرها والعدول عنها الى
معان يدعيها اهل الباطن
الحاد۔

کی رعایت کے بغیر کچھ کہتے ہیں۔ وہ سب
اسی قسم میں سے ہیں محمود بن حمزہ کرمانی
کی تفسیر دو جلدوں میں اسی قسم کی ہے۔
جس کا نام اس نے "العجائب والغرائب"
رکھا ہے۔ اس میں بہت سے قول
نقل کئے ہیں۔ جو عوام کے نزدیک
عجیب ہیں۔ اور سلف کے طریقے سے
بہت دور ہیں۔ بلکہ وہ ایسے ہیں۔ کہ ان
پر اعتقاد ہی ناجائز ہے۔ اور ان کا ذکر
کرنا سوائے تحذیر کے ناجائز ہے۔
بلقینی سے ایسے لوگوں کے نسبت
فتویٰ پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ ایسے
لوگ (مفسر) ملحد ہیں۔ اور قرآن شریف کے بارے میں صوفیہ کا
کلام تفسیر نہیں ہے۔ ابن الصلاح نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے۔ کہ میں
نے امام واحدی سے معلوم کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ سلمی نے حقائق التفسیر

تصنیف کی ہے۔ جو شخص یہ خیال کرے۔ کہ یہ تفسیر ہے۔ تو وہ کافر ہے نسفی نے اپنے عقائد میں کہا ہے۔ کہ نصوص کو اپنے ظواہر پر محمول کیا جائیگا۔ اور ان سے اہل باطن کے معانی کی طرف پھرنا الحاد ہے۔

ہم میں یہ رنگ چھٹی صدی میں آگیا تھا۔ اس کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ قرآن مجید کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود ان تفسیروں کی شرحیں اور حاشیے لکھے جانے شروع ہو گئے۔ صرف تفسیر بیضاوی کا ملا عوض نے تیس جلدوں میں حاشیہ لکھا ہے۔

نوٹ :- یہاں میرا مقصد حضرات علماء پر اعتراض کرنے کا نہیں ہے۔ بلکہ ایک نہایت اہم مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اقتباسات نقل کرتا ہوں۔ حضرات علمائے کرام نے اپنے مذہب کی خدمت جس خلوص اور جانفشانی سے کی ہے۔ اس کی جزا صرف اللہ تعالیٰ ہی مرحمت فرما سکتا ہے۔

صحیح انداز پر تعلیم قرآن سے محرومی کے نتائج

یہ واضح ہو گیا ہو گا۔ کہ اصل قرآن پر غور و فکر کرنا اور چیز ہے۔ اور تفاسیر پر غور و فکر کرنا اور چیز ہے۔ اصل قرآن کو چھوڑنے سے اور اس کو صحیح طریقہ سے نہ پڑھنے کی وجہ سے ہم قرآن کی صحیح تعلیم سے محروم ہوتے جاتے ہیں۔

Marfat.com

اور اس کے نتائج وہ ہیں۔ جو کہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ خود قرآن سے جو
طریقے قرآن کی تعلیم سے فائدہ اٹھانے کے درج ہیں۔ ان کو چھوڑنے
کی وجہ سے جس اعلیٰ درجہ کی تعلیم سے ہم محروم ہوتے جاتے ہیں۔ اور
قرآن کی تعلیم ہمارے غلط طریقہ استعمال کی وجہ سے عمدہ نتائج کیوں نہیں
پیدا کرتی۔ یہ حسب ذیل مثالوں سے واضح ہو جائیگا۔ جب سے ہم قرآن
کی اصلی تعلیم سے دور ہوتے گئے ہیں۔ ہم برابر تنزل کر رہے ہیں۔ اور
جیسی قوم کی حالت ہوتی ہے۔ ویسے ہی اس کے اخلاق ہوتے ہیں۔ اگر قوم
زندہ ہوتی ہے۔ تو اس کے افراد میں جرأت۔ ہمت۔ استقلال۔ ترقی کی امنگ۔
قربانی وغیرہ عمدہ اخلاق ہوتے ہیں۔ اور اگر قوم میں مردگی ہوتی ہے۔ تو اس
کے افراد پست ہمت۔ سست۔ بزدل ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھنے والے ہونے
ہیں۔ قومی تنزل کا مردہ اقوام میں اس قدر اثر ہوتا ہے۔ کہ عمدہ الفاظ
کے مفہوم بھی بگڑ کر خراب ہو جاتے ہیں۔

نواب محسن الملک مرحوم نے ایک موقعہ پر اس بات کو اس مثال سے واضح
کیا تھا۔ کہ جب مسلمانوں میں کچھ جان تھی تو ان میں وعدہ اور قول و قرار کا دوسرا
مفہوم تھا۔ اور جب ان پر مردنی چھاگئی۔ تو انہیں الفاظ کا دوسرا مفہوم

Marfat.com

ہو گیا۔ پہلے مشہور تھا سے قولِ مرداں جانے دارد۔ پھر یہ حالت ہوئی سے
وعدہ آساں ہے دینے اس کی وفا مشکل ہے پھر اس کے بعد یہ حالت
ہو گئی ہے وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا۔ اسی طرح جب سے ہم نے قرآن
مجید کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس وجہ سے ہماری حالت خراب ہو گئی ہے۔ تو
خود قرآن مجید کے الفاظ کے مفہوم ہی بدل گئے۔ مثال کے طور پر میں "توکل"
اور "صبر" کو پیش کرتا ہوں۔

۱ توکّل کیا ہے؟

آج کل ہمارے ہاں "توکل" کے معنی ہیں۔ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جانا۔ اور کچھ کام نہ کرنا۔ اس کو کہتے ہیں "توکل"
اس کے لئے ایسے قصے بھی مشہور ہیں۔ کہ ایک صاحب نے اس طرح "توکل"
کیا۔ کہ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہے۔ اور خدا سے کہا کہ میں خود کھانا نہیں کھاؤنگا
کہ جب تک خود بخود کھانا میرے منہ میں نہ آجائے گا۔ اس طرح وہ کچھ عرصہ تک
بیٹھے رہے۔ اس کے بعد کھانے کا ایک خوان ان کے سامنے موجود ہو گیا۔ وہ سمجھے
کہ بس کام ہو چکا۔ اور اپنے ہاتھ سے کھانے لگے۔ اتنے میں آواز آئی کہ تو جلدی
کر گیا۔ اگر کچھ دیر اور منتظر رہتا تو خود بخود تیرے منہ میں کھانا پہنچ جاتا۔ اور چونکہ
قرآن میں "توکل" کی تعریف ہے۔ اس لئے نکموں کی تعریف کی جاتی ہے۔ کہ

فلاں صاحب تو کچھ کام نہیں کرتے۔ گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ وہ بڑے متوکل ہیں۔ ———— حالانکہ قرآن مجید میں توکل کا مفہوم یہ ہے کہ نہایت مشکلات کی حالت میں پوری ہمت سے کام کرنا۔ اور نتیجہ کی طرف سے خائف ہو کر کام نہ چھوڑنا۔ بلکہ نتیجہ کے بارے میں خدا تعالیٰ سے کامیابی کا بھروسہ رکھنا چنانچہ مندرجہ ذیل آیات سے یہ مفہوم صاف طور سے ظاہر ہوتا ہے

قالوا یا موسیٰ ان فیھا قوماً جبّارین وانا لن ندخلھا حتٰی یخرجوا منھا فان یخرجوا منھا فانّا داخلون۔ قال رجلان من الذین یخافون انعم اللہ علیھما ادخلوا علیھم الباب فاذا دخلتموہ فانکم غلبون ہ وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین۔	وہ لوگ کہنے لگے۔ کہ اے موسیٰ اس ملک میں تو بڑی زبردست قوم رہتی ہے۔ اور جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائے۔ ہم تو اس ملک میں قدم رکھتے نہیں۔ ہاں وہ لوگ اس میں سے نکل جائیں تو ہم ضرور جا داخل ہوں گے۔ خدا کا ڈر ماننے والوں میں سے دو آدمی تھے۔ جن پر خدا تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی کی وہ بول اٹھے۔ کہ ان پر چڑھائی کر کے
سورۃ المائدۃ (۲۳)	

دروازے میں گھس پڑو اور جب تم دروازے میں گھس پڑے۔ تو بلا شبہ

Marfat.com

تمہاری فتح ہے۔ اور تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔

واتل علیہم نبأ نوحؑ اذ قال لقومہٖ یقوم ان کان کبر علیکم مقامی وتذکیری بآیٰت اللہ فعلی اللہ توکلت فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الیّ ولا تنظرون۔ سورۃ یونس (۷۱)

اور اے پیغمبر ان لوگوں کو نوحؑ کا حال پڑھ کر سناؤ کہ جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا۔ کہ بھائیو! اگر میرا رہنا اور خدا تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنانا تم پر گراں گذرتا ہے + تو میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہوں۔ پس تم اور تمہارے شریک سب مل کر اپنی ایک بات ٹھہرا لو۔ پھر تمہاری وہ بات تم میں سے کسی پر مخفی نہ رہے۔ پھر جو تم نے کرنا ہے۔ میرے ساتھ کر چکو۔ اور مجھے مہلت نہ دو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے کام نہیں چھوڑا۔ اگر نکمے ہو کر بیٹھ جاتے۔ تو اس چیلنج کی ضرورت نہ تھی۔ قوم صرف یہی چاہتی تھی۔ کہ کام نہ کرو۔

صبر کا مفہوم؟ صبر کے معنی آج کل فقط یہ لئے جاتے ہیں۔ کہ اگر کسی نہ کسی وجہ سے کوئی مصیبت آ پڑے۔ تو غم کا اظہار نہ کریں۔ نیز یہ کہ ذلتیں برداشت کریں اور چپ بیٹھے رہیں پٹتے جائیں اور اف نہ کریں۔ ایسے نالائقوں اور

Marfat.com

بے حمیتوں کی تعریف کی جاتی ہے۔ اور سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ قرآن شریف پر عامل ہیں۔ اور قرآن میں صابروں کی تعریف ہے۔ لہذا ایسے اصحاب کی بھی تعریف اور وقعت ہونی چاہیئے۔ حالانکہ قرآن مجید میں صبر کا مفہوم ہے کہ صحیح اصول پر کام کرنے میں جو دقتیں پیش آئیں ان کو برداشت کرنا اور کام کو جاری رکھنا اور نباہنا۔ اور دقتوں سے گھبرا کر کام کو نہ چھوڑ دینا۔ چنانچہ یہ مفہوم مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہو جائیگا۔

قالوا لا طاقة لنا اليوم	(پھر جب طالوت اور ایمان والے
بجالوت وجنوده قال الذين ...	جو اس کے ساتھ تھے نہر کے پار گئے۔ تو
يظنون انهم ملقوا الله كم من	جن لوگوں نے طالوت کی نافرمانی کی تھی)
فئة قليلة غلبت فئة كثيرة؟	کہنے لگے۔ کہ ہم میں تو جالوت اور اس
باذن الله والله مع الصابرين ٥	کے لشکر کا مقابلہ کرنے کا دم ہی نہیں ہے۔
ولما برزوا لجالوت وجنوده قالوا	اس پر وہ لوگ جن کو یقین تھا کہ ان کو خدا
ربنا افرغ علينا صبرا وثبت	کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ بول اٹھے
اقدامنا وانصرنا على القوم الكفرين	کہ اکثر ایسا ہوا ہے۔ کہ اللہ کے حکم سے تھوڑی
فهزموهم باذن الله	جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی
سورہ بقرہ (۲۵۱)	

Marfat.com

ہے۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جب جالوت اور اس کی فوجوں کے مقابلہ میں آئے۔ تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر انڈیل دے۔ اور معرکہ جنگ میں ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور کافروں کی جماعت پر ہم کو فتح دے۔ اور پھر اللہ کے حکم سے ان لوگوں نے دشمن کو بھگا دیا۔

وکاین من نبی قاتل معہ	اور بہت سے پیغمبر ہو گذرے ہیں
ربیون کثیر فما وھنوا لما	جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے
اصابھم فی سبیل وما ضعفوا	لوگ دشمنوں سے لڑے۔ تو جو مصیبت
وما استکانوا واللہ یحب	ان کو انکے راستے میں پہونچی۔ اس کی وجہ
الصابرین ہ وما کان قولھم	سے نہ تو انھوں نے ہمت ہاری۔ اور
الا ان قالوا ربنا اغفر لنا ذنوبنا	نہ بودا پن ظاہر کیا۔ اور نہ انھوں نے
واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا	دشمنوں کے آگے عاجزی کا اظہار کیا۔
وانصرنا علی القوم الکفرین ہ	اور اللہ تعالیٰ صابروں کو دوست رکھتا
(سورۃ آل عمران) ۱۴۶-۱۴۷	ہے۔ اور سوائے اس کے ان کے

منہ سے ایک بات بھی تو نہیں نکلی۔ کہ لگے دعائیں مانگنے کہ پروردگار ہمارے گناہ

Marfat.com

معاف کر اور ہمارے کاموں میں جو ہم سے زیادتیاں ہوگئی ہیں ان سے درگزر فرما۔ اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور کافروں کے گروہ پر ہم کو فتح دے۔

کلام مجید میں صابروں سے توقع کی جاتی ہے۔ کہ کم سے کم اپنی دوگنی قوت پر وہ غالب ہو جائیں گے۔

فان یکن منکم مأئة صابرة	اگر تم میں سے سو صابر ہوں گے
یغلبوا مائتین وان یکن منکم	تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے۔ اور اگر
الف یغلبوا الفین باذن اللہ	تم میں سے ایسے ایک ہزار ہوں گے
واللہ مع الصابرین۔	تو وہ خدا کے حکم سے دو ہزار کافروں
سورۃ الانفال (۶۶)	پر غالب رہیں گے۔ اور اللہ تعالےٰ

صابروں کے ساتھ ہے۔

3 **چند مثالیں** اصل قرآن پیش نظر نہ رہنے سے اور اس سے صحیح طریقہ سے مستفید نہ ہونے سے اور اس کی جگہ مختلف لوگوں کی لکھی ہوئی شرحوں کے پیش نظر رکھنے سے ایک تو یہ نقصان ہوا۔ کہ الفاظ کے غلط مفہوم عام طور سے مرائج ہو گئے۔ جیسا کہ ظاہر کیا گیا ہے[1]۔ دوسرا نقصان یہ ہوا ہے۔

Marfat.com

کہ کلام مجید کی تعلیم کے چند ضروری حصے نظر انداز ہو گئے۔ جب اصل کتاب تو
پیش نظر نہ ہوں۔ اور بجائے اس کے مختلف لوگوں کی مصنفہ کتابیں پیش نظر
ہوں تو لازمی ہے۔ کہ تعلیم اپنے اصلی رنگ میں نہ رہے۔ اور اس کا ایک حصہ
ضائع ہو جائے۔ اس کے متعلق چند مثالیں پیش کرتا ہوں [۱] مثلاً دنیوی زندگی
کو کامیاب اور قوی بنانے کے وسائل اختیار کرنے کے بارے میں قرآن مجید میں
جو کچھ تعلیم ہے۔ اس کی طرف سے بالکل غفلت کی جاتی ہے۔ اور اس طرف بالکل
توجہ نہیں کی جاتی۔ حالانکہ دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لئے اور اپنی حالت کامیاب
اور قوی بنانے کے لئے کامل تیاری کرنا اور تمام امکانی قوتوں سے کام لینا
اسلامی فرائض میں داخل ہے۔ اور اس پر قرآن مجید میں بہت زور دیا گیا ہے۔

واعدوا لہم ما استطعتم	اور تیاری کرو ان کے واسطے جو
من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون	کچھ تم کر سکو۔ قوت سے اور گھوڑوں کے
بہ عدو اللہ وعدوکم۔	باندھے رکھنے سے کہ ایسا کرنے سے
سورۃ انفال (۶۰)	اللہ کے دشمنوں پر اپنی دھاک

بٹھائے رکھو گے (اپنی حالت کو ایسا مضبوط رکھو)

سورۃ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

"ولو ارادوا الخروج لاعدوا — اگر یہ لوگ باہر نکلنے کا ارادہ رکھتے

له عدة" - سورہ توبہ (۴۶) — تو اس کیلئے تیاری کرتے۔

سورہ نساء میں فرمایا -

والذین کفروا لو تغفلون — کافروں کو تو تمنا ہے۔ کہ تم ذرا بھی

عن اسلحتکم و امتعتکم فیمیلون — اپنے ہتھیاروں اور ساز وسامان سے

علیکم میلة واحدة - — غافل ہو جاؤ۔ تو یک بارگی تم پر لوٹ پڑیں

النساء (۱۰۲)

5 بلکہ جو لوگ مسلمانوں کی ترقی میں اور کامیاب اور مضبوط حالت بنانے میں مطلق توجہ نہیں کرتے ۔ اور تمام کام چھوڑ کر سارا وقت نوافل پڑھنے میں صرف کرتے ہیں۔ اور اپنی حالت راہبوں کی سی بنا لیتے ہیں۔ کہ ان کو دنیاوی باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ایسے حضرات کو بہترین نمونہ اسلام سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی یہ تعلیم ہے ۔ کہ جو لوگ مسلمانوں کی حالت محفوظ رکھنے اور قومی بنانے میں موقعہ پر ایک دفعہ بھی تساہل کر جائیں۔ تو خواہ وہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کو مسلمان اپنی جماعت سے خارج کر دیں۔ جب تک وہ اپنے اس تساہل سے باز نہ آجائیں۔ خود حضرات صحابہ کرام میں سے

Marfat.com

تین اصحاب سے ایک دفعہ ایسے موقعہ پر تساہل ہوگیا تھا۔ ان صحابہ کے نام یہ ہیں) کعب بن مالک - ہلال بن امیہ - مرارہ بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تو تمام مسلمانوں نے اپنی جماعت سے ان کو علیحدہ کر دیا تھا۔ اور ان سے تمام تعلقات منقطع کر دیئے تھے۔ یہاں تک کہ گفتگو بھی ترک کر دی گئی تھی جب وہ انتہائی پریشانی اٹھا چکے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ان سے تعلقات دوبارہ وابستہ کئے۔ ان کا ذکر سورۃ توبہ میں اس طرح ہے۔

وعلی الثلثۃ الذین خلّفوا	ان تین شخصوں پر جو پیچھے رکھے گئے
حتیٰ اذا ضاقت علیہم الارض	تھے۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود
بما رحبت وضاقت علیہم انفسہم	فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی۔ اور وہ اپنی
وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ	جان سے بھی تنگ آ گئے۔ اور سمجھ
ثم تاب علیہم لیتوبوا ان اللہ	گئے۔ کہ خدا کی گرفت سے اس کے
ھو التواب الرحیم ○	سوا اور کہیں پناہ نہیں۔ پھر خدا نے ان
سورۃ توبہ (۱۱۸)	کی توبہ قبول کر لی۔ تاکہ قبول توبہ کے

شکر یہ میں آئندہ کے لئے بھی توبہ کئے رہیں بے شک اللہ تعالیٰ بڑا ہی توبہ

قبول کرنے والا مہربان ہے۔ نیز صحیح حدیث میں بھی صاف طور پر درج ہے کہ مسلمانوں کو محفوظ بنانے کی کوشش کرنا نوافل نماز اور روزہ سے زیادہ بہتر ہے۔

روی مسلمؒ عن سلمان الفارسی عن رسول اللہ صلعم انہ قال رباط یوم ولیلۃ خیر من صیام شہر وقیامہ قال الامام احمدؒ قال عثمان وھو یخطب علی منبرہ سمعت رسول اللہ صلعم یقول حرس لیلۃ فی سبیل اللہ افضل من الف لیلۃ قیام لیلہ ویصام نہارھا۔

مسلم بن سلمان فارسی سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی حفاظت کرنا نوافل (نماز۔ روزہ) سے بہتر ہے۔ اور ایک دن رات سرحد پر پہرہ کا کام کرنا ایک مہینہ کے روزے اور نماز سے بہتر ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ عثمانؓ نے منبر پر خطبہ پڑھتے کے وقت فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہر ایک رات کی پاسبانی ہزار رات سے بہتر ہے۔ کہ جن میں رات کو نوافل پڑھے جائیں۔ اور دن کو روزے رکھے جائیں۔

تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ میں درج ہے۔ کہ ۲۱ھ میں عبد اللہ

Marfat.com

بن مبارک نے جو مسلمانوں کو مخوظ اور قوی بنانے کی کوشش میں مصروف تھے حسب ذیل شعر فضیل بن عیاض کو لکھ کر روانہ کیا تھا۔ فضیل ابن عیاضؒ صوفیہ کے امام ہیں۔ اور اس وقت مسجد حرام میں عبادات اور روحانی ریاضتوں میں مصروف تھے۔

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا	اے حرمین کے عابد اگر تو ہماری
لعلمت انک فی العبادۃ تلعب	حالت دیکھے تو جان لے کہ تو عبادت

میں کھیل رہا ہے۔ تیری عبادت مثل لہو ولعب کے ہے۔

جس وقت حضرت فضیلؒ بن عیاض نے یہ شعر پڑھا تو رو پڑے۔ اور فرمایا کہ عبد اللہ بن مبارک نے صحیح لکھا ہے (فلما قراہ ذرفت عیناہ وقال صدق ابو عبد الرحمن)۔

۲۔ دوسری مثال یہ ہے کہ معاش حاصل کرنا اور اس کے لئے کوشش کرنا۔ اور اس کے وسائل حاصل کرنا۔ دنیاداری کو (بزعم خود) دین سے علحدہ تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ خود قرآن کی تعلیم ہے۔

فاذا قضیت الصلٰوۃ فانتشروا	پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی
فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔	راہ لو۔ اور خدا کے فضل (یعنی معاش)

سورہ الجمعہ (۱۰)

کی جستجو میں لگ جاؤ۔

چنانچہ اکثر صحابہ اور آئمہ سلف کسب معاش کیلئے تجارت وغیرہ جیسے وسائل میں مصروف رہتے تھے۔ بخلاف اس کے آج کل ہمارے مقتدمی ا ان وسائل میں مصروف ہونا خلاف تقدس اور کسر شان سمجھتے ہیں۔ یہ بات قرآن کی تعلیم سے بعد کا نتیجہ ہے۔

3۔ تیسری مثال یہ۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ مسلمان دنیا میں ذلیل اور مسکین زندگی بسر کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کی تعلیم کے یہ بالکل خلاف ہے۔ اور قرآن مجید میں ذلت اور مسکنت کو خدا کے غضب اور عذاب کی نشانی بنایا گیا ہے۔ جو حسب ذیل آیات سے ظاہر ہے۔

سورہ زمر میں ہے۔

کذب الذین من قبلهم	جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے
فاتٰهم العذاب من حیث	ہیں انہوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔
لا یشعرون فاذاقهم الله الخزی	تو ان کو عذاب نے ایسی طرف سے
فی الحیٰوة الدنیا۔	آلیا۔ کہ انہیں اس کی خبر بھی نہ تھی۔ تو انکو

سورہ زمر (۲۵)

Marfat.com

اس دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے ذلت کا مزہ چکھا دیا۔

سورۂ بقرہ میں یہود کی خرابیوں کے ذکر کے بعد ان کو عذاب سے اس طرح ڈرایا گیا ہے۔

افتؤمنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض. فما جزاء من یفعل ذلک منکم الا خزی فی الحیوۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب۔

سورہ بقرہ (۸۵)

تو تم کتاب الٰہی کی بعض باتوں کو مانتے ہو۔ اور بعض کو نہیں مانتے۔ تو جو لوگ تم میں سے ایسا کریں گے۔ اس کے سوا ان کا اور کیا بدلہ ہو سکتا ہے۔ کہ دنیا کی زندگی میں ان کی ذلت ہو۔ اور آخر کار قیامت کے دن بڑے ہی سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں یعنی دنیا کی ذلت بد عملیوں کی سزا ہے۔

دوسرے موقعہ پر سورہ آل عمران میں اہل کتاب کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

ضُرِبَتْ علیہم الذلۃ این ما ثقفوا الا بحبل من اللہ و

جہاں دیکھو ذلت ان کے سر پر سوار ہے اور خدا کے غضب میں گرفتار ہے

Marfat.com

وحبل من الناس دباؤُوا بغضب من اللہ وضربت علیھم المسکنۃ

اور محتاجی ہے۔ کہ الگ ان کے پیچھے پڑ گئی ہے (یعنی مسکنت خدا کے غضب کی نشانی ہے)

سورہ آل عمران (۱۱۱)

بخلاف اس کے جن لوگوں پر خدا تعالیٰ اپنا فضل وکرم فرماتا ہے۔ ان کو برتری اور سلطنت عطا فرماتا ہے۔

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو۔ اور تم ہی غالب ہو گے۔ اگر تم مومن ہو

سورہ آل عمران (۱۳۹)

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔

اور ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ بات لکھ چکے ہیں۔ کہ ہمارے نیک بندے زمین کی سلطنت کے وارث ہوں گے۔

الانبیاء (۱۰۵)

وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے ہیں ان سے

Marfat.com

الارض۔ النور (۵۵) خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کی خدمت (یعنی سلطنت) ضرور عطا فرمائے گا۔

۱۱: چوتھی مثال یہ۔ عام طور سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ جنت کے کامل استحقاق کے لئے نماز پڑھنا۔ روزے رکھنا۔ حج کرنا۔ تسبیح اور درود و وظائف پڑھنا اور داڑھی رکھنا کافی ہے۔ اگر پورا فہمی اور جنّتی مسلمان بننے کے لئے صرف یہی شرائط سمجھی جائیں۔ تو کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ اشاعت و حفاظت اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و ترقی کے لئے اپنے آپ کو مشقت اور محنت میں مبتلا کریں۔ اور آرام و راحت کی زندگی بسر نہ کریں۔ جب ابتدائے عمر سے یہ ذہن نشین ہو چکا ہو۔ کہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے بغیر بھی کوئی شخص کامل مسلمان ہو سکتا ہے۔ تو پھر قومی حیات کے لئے ایثار کرنے پر کیا چیز ہم کو آمادہ کر سکتی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں صاف طور پر درج ہے۔ کہ ہماری نجات کے لئے اس زندگی میں پوری اور ہر طرح کی کوشش کی ضرورت ہے۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

ام حسبتم ان تدخلوا کیا تم کو خیال ہے۔ کہ جنت میں

Marfat.com

الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مسّتھم البأساء والضّرّاء وزلزلوا حتیٰ یقول الرّسول والذین امنوا معہ متیٰ نصر اللّٰہ الا انّ نصر اللّٰہ قریب

سورۃ البقرۃ (۲۱۴)

میں چلے جاؤ گے۔ اور ابھی تک تم کو ان لوگوں کی سی حالت پیش نہیں آئی۔ جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ کہ ان کو سختیاں اور تکلیفیں پہونچیں اور وہ جھرجھراتے بھی گئے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اور ایمان والے جو ان کے ساتھ تھے۔ کہنے لگے۔ کہ خدا کی مدد کب آئیگی؟ خبردار ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔

سورہ آل عمران میں فرمایا ہے۔

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولمّا یعلم اللّٰہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین

کیا تم کو خیال ہے۔ کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی اللہ نے تم سے وہ لوگ معلوم نہیں کئے جو مجاہد ہیں۔ اور نہ وہ معلوم کئے جو ثابت قدم رہتے ہیں۔ آل عمران (۱۴۲)

سورۂ توبہ میں فرمایا ہے۔

ام حسبتم ان تترکوا

کیا تم نے ایسا سمجھ رکھا ہے۔ کہ

Marfat.com

ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا
منکم ولم یتخذوا من دون اللہ
ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ
واللہ خبیر بما تعملون ٥
سورۃ التوبۃ (١٦)

کہ چھوٹ جاؤ گے۔ اور ابھی اللہ نے
وہ لوگ نہیں معلوم کئے۔ جو تم میں سے
مجاہد ہیں۔ اور سوائے اللہ اور اس
کے رسول اور مسلمانوں کے کسی کو اپنا
دلی دوست نہیں بناتے۔ اور جو کچھ تم
کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے

سورہ محمد میں ارشاد ہوتا ہے۔

ولنبلونکم حتی نعلم
المجاھدین منکم والصابرین
ونبلوا اخبارکم ۔
سورۃ محمد (٣١)

اور تم کو ہم ضرور آزمائیں گے۔
تاکہ تم میں جو مجاہد ہیں اور برداشت
کرنے والے ہیں۔ ان کو ہم معلوم کرلیں
اور تاکہ تمہارے حالات کو معلوم کرلیں

سورۂ عصر میں "حق اور صبر" کی وصیت کو سب پر لازمی قرار دیا گیا ہے۔
اور ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ بغیر اس کے سب لوگ نقصان میں ہیں۔

والعصر ان الانسان لفی
خسر۔ الا الذین امنوا وعملوا

زمانہ کی قسم انسان نقصان میں
ہے۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور

الصالحات۔ وتواصوا بالحق	انہوں نے نیک عمل کئے۔ اور ایک
وتواصو بالصبرہ	دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے
سورۃ العصر	اور صبر کی وصیت کرتے رہے۔

امام رازی اپنی تفسیر کبیر میں اس سورۃ کی تشریح فرماتے ہوئے۔ صاف طور پر فرماتے ہیں۔

فیھا وعید شدید وذلك	اس میں وعید سخت ہے۔ اس لئے
لانہ تعالیٰ حکم بالخسارۃ علی جمیع	کہ خدا تعالیٰ نے خسارہ کا حکم لگایا ہے۔
الناس سوی الذین یومنون	تمام لوگوں پر سوائے اس کے جو ان
ویعملون بھذہ الاشیاء	چار چیزوں پر کاربند ہو۔ اور وہ ایمان
الاربعۃ وھی الایمان والعمل	عمل صالح۔ تواصی بالحق وتواصی بالصبر
الصالح والتوصی بالحق والتواصی	ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات
بالصبر فدل ذلك علی ان النجاۃ	ان چاروں کے مجموعہ پر منحصر ہے۔ اور
معلّقۃ بمجموع ھذہ الامور	یہ کہ جس طرح ہر ایک مکلف شخص کو
وانہ کما یلزم المکلّف تحصیل	ان چیزوں کا حاصل کرنا ضروری ہے
ما یخص نفسہ فکذلك یلزمہ	جو اس کے نفس کے لئے خاص ہیں۔

Marfat.com

في غيره امور منها الدعاء الى
الدين والنصيحة والامر
بالمعروف والنهي عن المنكر
ثم كرر التواصي ليتضمن الاولى
الدعاء الى الله والثاني الثبات
عليه دلت الآية على ان الحق
ثقيل وان المحن تلازمه
فلذلك قرن به التواصي

اسی طرح وہ امور بھی ضروری ہیں۔ جو
غیروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ منجملہ ان کے
مذہب کی طرف دعوت دینا۔ اور خیر خواہی
کرنا۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
کرنا۔ اور تواصی کو مکرر لائے ہیں۔ تاکہ
پہلا لفظ دعوت الی اللہ پر دلالت کرے۔
اور دوسرا لفظ اس پر ثابت قدم رہنے
نیز یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے۔
کہ حق ایک بھاری چیز ہے۔ اور بہت سی تکلیفیں اس کے لئے لازمی ہیں۔
اس لئے تواصی بالصبر کا حکم دیا گیا ہے۔

میں پیشتر عرض کر چکا ہوں کہ اصل قرآن چھوڑنے سے اور اس کے صحیح طریقہ سے مستفید نہ ہونے سے ایک تو قرآن کے الفاظ کے غلط مفہوم رائج ہوگئے ہیں۔ اور دوسرا اب یہ واضح ہوگیا ہے۔ کہ اس کی تعلیم کا ایک حصہ ہم نے بھلا دیا ہے۔ حالانکہ کلام مجید میں بہت زور اس پر دیا گیا ہے۔ کہ تعلیم کے کسی حصے کو نظر انداز نہ کرو۔ بلکہ سب کو پیش نظر رکھو ورنہ ذلت اور عذاب

Marfat.com

نازل ہوگا۔ بنی اسرائیل سے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ فما جزاء من یفعل ذلک منکم الا خزی فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب۔

تو کیا کتاب الٰہی کی بعض آیتوں کو مانتے ہو۔ اور بعض کو نہیں مانتے۔ تو جو لوگ تم میں سے ایسا کریں تو سوائے اس کے ان کا اور کیا بدلہ ہو سکتا ہے۔ کہ دنیا کی زندگی میں ان کی رسوائی ہے۔ اور آخر کار قیامت کے دن بڑے ہی سخت عذاب کی طرف لوٹا دیئے جائیں

3 صحیح طریقہ تعلیم کو چھوڑنے سے تیسرا بڑا نقصان یہ ہوا ہے۔ کہ کلام مجید کی تعلیم پر پورا غور و فکر نہ کرنے سے کلام مجید کے بعض حصوں کو محض چند دلکش اور تفریحی باتوں کا درجہ دیتے ہیں۔ اور ان سے مستفید ہونے کا مقصد ہی نہیں کرتے اور اس طریقہ سے ہم کلام مجید کی تعلیم کے ایک حصے سے صحیح معنوں میں مستفید ہونے سے محروم ہو گئے ہیں۔ قرآن مجید میں جو قصص مذکور ہیں ان کو ہم صرف یہ درجہ دیتے ہیں

ان ھذا الا اساطیر الاولین۔ الانعام (۲۵) یہ اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (ہم ان قصوں کو اسی درجہ پر رکھتے ہیں) حالانکہ کلام مجید میں اس حصہ تعلیم کے بارے

میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وکلاً نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فوادک وجاء ک فی ھذہ الحق وموعظۃ وذکری للمؤمنین۔ (سورہ ہود ۱۲۰)

اے پیغمبر دوسرے پیغمبروں کے جتنے قصے ہم تم سے بیان کرتے ہیں ان کے ذریعے سے ہم تمہارے دل کی ڈھارس بندھاتے ہیں۔ اور ان قصوں کے ضمن میں ایک تو جو حق بات تھی وہ تمہارے پاس پہونچی اسکے علاوہ اس مسلمان کے لئے نصیحت اور یاد دہانی ہے۔

فاقصص القصص لعلھم یتفکرون۔ الاعراف (۱۷۶)

ان سے قصے بیان کرو تاکہ یہ لوگ غور کریں۔

یرید اللہ لیبین لکم ویھدیکم سنن الذین من قبلکم سورہ النساء (۲۶)

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ (انبیا وصلحا) جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ ان کے طریقے تم سے کھول کھول کر بیان کرے اور تم کو انہیں کے طریقوں پر چلائے۔

Marfat.com

تیسرا باب

قصص القرآن

قرآن مجید میں ان قصوں کے درج ہونے کا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم ان واقعات سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اپنے لئے ان کو شمع ہدایت بنائیں۔ اور جو انبیاء اور صلحاء پہلے گذرے ہیں۔ ان کے نقش قدم پر چل کر پوری کامیابی حاصل کریں۔ اور ہم ان کو صرف کہانیاں سمجھتے ہیں۔ اور کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے ان قصص میں ہمارے لئے ایسی تعلیم موجود ہے کہ اگر ہم ان سے فائدہ اٹھانا چاہیں۔ انہیں اپنے پیش نظر رکھیں۔ اور ان پر عمل کریں تو دنیا کی بہترین قوم بن سکتے ہیں۔ چنانچہ قرون اولیٰ میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ نمونہ کے طور پر چند قصص کی تعلیم کا کوئی کوئی حصہ پیش کرتا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو ہم صرف ایک حسن و محبت کا واقعہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس کو

قرآن مجید میں احسن القصص کہا گیا ہے۔ جس طرح ایک صاحب سے ان کو پورا شاہنامہ سنا چکنے کے بعد شاہنامہ کے کسی عمدہ شعر پڑھنے کی خواہش کی گئی تو انہوں نے یہ شعر پڑھا تھا ؎

تمیزہ منم دخت افراسیاب × برہنہ تنم را نہ دید آفتاب

یہی ہماری حالت ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں علاوہ اس کے کہ اس میں رسول کریم صلعم کو آپ کے آئندہ واقعات کی خبر دی گئی ہے۔ جو حضرت یوسف علیہ السلام کے مثل ہونے والے تھے۔ کہ آپ کو آپ کے بھائی وطن سے علیحدہ کریں گے۔ اور وطن سے باہر جانے کے بعد دوسری جگہ آپ کو کامیابی ہوگی۔ اور اس کے بعد آپ کے بھائی قریش آپ سے معافی چاہیں گے۔ اور آپ ان کو معافی عطا کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

علاوہ اس کے اس قصہ میں ان اخلاق کی تعلیم ہے۔ جس سے ایک شخص غلام کی حیثیت سے ترقی کر کے حکومت کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بحیثیت ایک غلام کے مصر میں داخل ہوئے۔ اور آپ کو عزیز مصر نے خرید لیا۔ یہ آپ کی پہلی حالت ہے۔ اس

درجہ سے حکومت تک پہونچنے کے لئے خاص طور پر ان اخلاق کی ضرورت ہے۔

جذبات پر قدرت۔ امانت۔ صحیح اصول کی پابندی میں دقتیں برداشت کرنا خواہ کچھ ہی حالت ہو۔ اپنا کام جاری رکھنا۔ پریشانیوں سے گھبرا کر اپنا کام نہ چھوڑنا۔ ان اخلاق کی تعلیم حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات سے اچھی طرح مل سکتی ہے۔ زلیخا کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا۔ اس میں اپنے جذبات پر قدرت رکھنے اور آقا کی امانت میں خیانت نہ کرنے کی نہایت اچھی نظیر ہے۔ جس وقت زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ دھمکی دی۔

ولئن لم یفعل ما آمرہ لیسجنن ولیکونا من الصاغرین
سورۂ یوسف (۳۲)

اور جس کام کرنے کو میں کہہ رہی ہوں۔ اگر اس کو نہیں کریگا۔ تو ضرور قید کیا جائیگا۔ اور ضرور بے عزت بھی ہوگا۔

تو آپ نے فرمایا۔

قال رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ۔
سورۂ یوسف (۳۳)

کہا اے میرے پروردگار جس حرکت کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہے۔ قید

Marfat.com

ہی میں رہنا مجھ کو اس سے کہیں زیادہ پسند ہے۔ اپنے صحیح اصول کے خلاف عمل کرنیکی بجائے۔ قید کی مشقتیں برداشت کرنا مجھ کو پسند ہے۔ جس وقت آپ قید خانہ میں محبوس کئے گئے۔ تو آپ نے وہیں قیدیوں میں تبلیغ شروع کردی۔ جیل خانہ میں آپ نے اس طرح تبلیغ شروع کی۔

ما کان لنا ان نشرك باللہ من شیء یا صاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار۔ ان الحکم الا للہ امر الا تعبدوا الا ایاہ ذلك الدین القیم۔	ہم کو شایاں نہیں کہ خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنائیں۔ اے یاران محبس بھلا دیکھو تو سہی کہ جدا جدا معبود اچھے یا خدائے یگانہ زبردست۔ تمام جہاں میں حکومت تو بس ایک اللہ کی ہے۔ اور اس نے حکم دیا ہے۔ کہ صرف اسی کی پرستش کرو یہی دین کا سیدھا رستہ ہے۔
سورہ یوسف (۴۰-۳۹)	

اپنے مقصد کو نہ چھوڑنے اور ہر حالت میں کام جاری رکھنے کیلئے خواہ آزادی ہو یا نہ ہو۔ یہ نہایت عمدہ سبق ہے۔ غرض حضرت یوسف علیہ السلام ایک اجنبی ملک میں غلامی کے درجے سے ترقی کرکے اس درجہ تک پہونچے۔

Marfat.com

کہ آپ نے فرمایا۔

رب قد آتیتنی من الملک — اے میرے پروردگار تو نے مجھے

سورہ یوسف (۱۰۱) — حکومت سے حصہ دیا۔

قصہ طالوت و جالوت طالوت اور جالوت کے قصے کو محض ایک واقعہ کی حیثیت دی جاتی ہے حالانکہ اس میں کام کرنے والوں کے لئے نہایت اعلیٰ درجے کی ہدایتیں موجود ہیں۔

کام کرنے کے لئے۔ افسرؑ کی ضرورت۔ افسرؑ کے صفات کہ علمی اور جسمانی دونوں قوتیں اس میں اعلیٰ درجے کی موجود ہونا ضروری ہیں۔ اور اس بات کی تردید کہ مالدار ہونا افسری کے لئے شرط ہے۔ افسر کی صفات کے علاوہ اس کے ساتھ کام کرنے والوں کی صفات کا بھی ذکر ہے۔ کہ لوگ آزمائش کے بعد منتخب شدہ ہوں۔ اس کے بعد ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ کامیابی کے لئے زیادتی تعداد لازمی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر تعداد کم ہو لیکن لوگ ثابت قدم ہوں۔ اور مشکلات برداشت کرنے والے ہوں۔ اور جذبات پر قدرت رکھتے ہوں۔ تو کثیر جماعت پر غالب ہوں گے۔

الم تر الی الملاء من بنی — اے پیغمبر کیا تم نے بنی اسرائیل

Marfat.com

اسرائیل من بعد موسیٰ اذ قالوا
لنبی لہم ابعث لنا ملکا نقاتل
فی سبیل اللہ ..... وقال لہم نبیہم
ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکاً
قالوا انی یکون لہ الملک علینا و
نحن احق بالملک منہ ولم یؤت
سعۃ من المال۔ قال ان اللہ
اصطفہ علیکم وزادہ بسطۃ
فی العلم والجسم ..... فلما فصل
طالوت بالجنود قال ان اللہ ...
مبتلیکم بنھر فمن شرب
منہ فلیس منی ..... فشربوا منہ
الا قلیلا منہم۔ فلما جاوزہ ھو
والذین امنوا معہ قالوا لاطاقۃ
لنا الیوم بجالوت وجنودہ۔ قال

کے سرداروں پر نظر نہیں کی۔ کہ ایک زمانہ
میں انہوں نے موسیٰ کے بعد اپنے وقت
کے پیغمبر سے درخواست کی تھی۔ کہ ہمارے
لئے ایک بادشاہ مقرر کیجئے۔ کہ ہم اس
کے سہارے اللہ کی راہ میں جہاد کریں
..اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا۔ کہ
اللہ تعالیٰ نے تمہاری درخواست کے
مطابق طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا
اس پر کہنے لگے۔ کہ اس کو ہم پر کیوں کر
حکومت مل سکتی ہے۔ حالانکہ اس سے
تو حکومت کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔
کہ اس کو مال و دولت کے لحاظ سے
بھی کچھ ایسی فارغ البالی نصیب نہیں
ہے۔ پیغمبر نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے
تم پر حکومت کے لئے اس کو پسند

Marfat.com

الذین یظنون انھم ملاقوا اللہ ۔ فرمایا ہے ۔ علم اور جسم میں اس کو بڑی
کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ ۔ فراخی دی ہے ۔۔ پھر جب طالوت فوجوں
کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصابرین ۔ سمیت اپنے قیام سے روانہ ہوا ۔ تو
ولما برزوا لجالوت وجنودہ قالوا اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا ۔ کہ
ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا رستہ میں ایک نہر پڑے گی ۔ اللہ
وانصرنا علی القوم الکفرین ۔ فھزموا تعالیٰ اس نہر سے تمہارے صبر کی جانچ
باذن اللہ ۔۔ کرنے والا ہے ۔ جو اس کا پانی پی لیگا ۔

سورۃ البقرہ (۲۵۱-۲۴۶) وہ ہمارا نہیں ۔ پس ان لوگوں میں سے

معدودے چند کے سوا سبھی نے تو اس سے پی لیا ۔ پھر جب طالوت اور ایمان والے جو اس کے ساتھ تھے ۔ نہر سے پار گئے ۔ اور جن لوگوں نے طالوت کی نافرمانی کی تھی ۔ کہنے لگے ۔ کہ ہم میں تو جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کا دم نہیں ہے ۔ اس پر وہ لوگ جن کو یقین تھا کہ ان کو خدا کے حضور میں حاضر ہونا ہے ۔ بول اٹھے ۔ کہ اکثر ایسا ہی ہوا ہے ۔ کہ اللہ کے حکم سے تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔ اور جب جالوت اور اس کی فوجوں کے مقابلہ میں آئے ۔ تو دعا کی کہ اے

Marfat.com

ہمارے پروردگار ہم پر صبر انڈیل دے۔ اور جنگ میں ہمارے پاؤں جمائے رکھ۔ اور کافروں پر ہم کو فتح دے۔ پھر ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دشمنوں کو بھگا دیا ہے۔

میدان جنگ میں کامیابی کے لئے اس قصے میں خصوصیت سے اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ اگر افسر اعلیٰ درجے کا ہو۔ اور اس کے ساتھ خدا سے تعلق رکھنے والے ثابت قدم۔ جذبات پر قادرت رکھنے والے اشخاص ہوں۔ تو پھر خواہ تعداد کم ہو یہ کامیاب ہوں گے۔ عین حالت جنگ میں خدا سے دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔ جن حضرات پر مادیت کا رنگ غالب ہوگا۔ وہ خیال کرتے ہوں گے۔ کہ میدان جنگ میں روحانیت سے کیا تعلق۔ اس وقت تو صرف سامان حرب کی ضرورت ہے۔ ان کو یورپ کے ایک سپہ سالار کا قول آتا ہوگا۔ "God is on the side of heavier guns" "خدا بھاری توپوں کی طرف ہوتا ہے"۔ لیکن ان حضرات کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ خود یورپ جو مادیت کا مرکز ہے۔ ایسی مادیت کو خیر باد کہہ رہا ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ جرمن کے مشہور جرنیل وان برن ہارڈی نے اپنی کثیر الاشاعت کتاب "جرمنی دی نیکسٹ وار"

Marfat.com

میں جو سن ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی ہے صفحہ ۱۳۳ پر میدان جنگ میں کامیاب ہونے کے لئے وہی شرائط درج کئے ہیں۔ جو آج سے تیرہ سو سال پہلے قرآن مجید اس قصے کے ذریعہ سے بتلا چکا ہے۔ جرمنی نے فن حرب میں جو کچھ ترقی کی ہے۔ اس کو مدنظر رکھ کر جب یہ خیال کیا جاوے۔ کہ اس کے قابل ترین جرنیل کامیابی کے لئے آج بھی وہی اصول بہترین سمجھتے ہیں۔ جو صدیوں پیشتر قرآن مجید کے ذریعہ سے شائع ہوئے ہیں۔ تو کچھ اندازہ قرآن کی تعلیم کے متعلق ہو سکتا ہے۔ جرنیل وان برن ہارڈی لکھتے ہیں۔

"But within certain limits, which are laid down by the law of numbers, the true elements of superiority under the present system of gigantic armies are seen to be spiritual and moral strength and larger masses will be beaten by a small welled and self-devoting army."

لیکن ایک حد تک جو کہ قانون اعداد سے وابستہ ہے۔ اس زمانے کی بیشمار افواج کے نظام میں فوقیت کے حقیقی عناصر روحانی اور اخلاقی قوتیں ہیں اور بہت بڑی تعداد والی فوج ایک قلیل تعداد والی عمدہ اور صابر افسر رکھنے والی اور جانباز فوج سے شکست کھا جائے گی۔

Marfat.com

اس موقعہ پر میں یہ ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ یورپ کی مادیت نے ہمارے بعض حضرات پر ایسا اثر کیا ہے۔ کہ اس سے متاثر ہو کر وہ حضرات بعض اسلامی باتوں میں تاویل کرنے لگے۔ مثلاً حصول مقصد کے لئے دعا کو بھی منجملہ ذرائع کے ایک ذریعہ سمجھنے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ فرشتوں کے متعلق کہا گیا۔ کہ بذات خود ان کی کوئی ہستی نہیں ہے۔ بلکہ مختلف قوتوں کو فرشتوں کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ بعض حالات میں جو اجازت تعدد ازدواج کی ہے۔ اس کی بھی ممانعت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن یہ اطمینان بخش بات ہے۔ کہ آہستہ آہستہ خود یورپ اور امریکہ کے فاضل اسلامی خیالات کے پیرو ہوتے جاتے ہیں۔

جنگ عظیم کے دوران میں جس وقت بحر شمالی میں انگلستان کے جنگی جہاز جرمن جہازوں سے سرگرم پیکار ہوئے۔ تو بذریعہ تار گرجا گھروں کو اطلاع دی گئی۔ کہ لوگوں کو جمع کر کے فوراً خدا سے کامیابی کے لئے دعا شروع کر دی جائے۔ اس سال قیصر جرمنی کی سالگرہ کے موقعہ پر کوئی جشن پہلے جیسے نہیں کئے گئے۔ بلکہ ہدایت کی گئی تھی۔ کہ تمام دن محض دعا کی جائے۔

Marfat.com

فرشتے ان واقعات سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ تو دیورپ میں بھی آج کل دعا کو کس قدر اہمیت دی جاتی ہے۔ سر آلیور لاج۔ ڈی۔ ایس سی۔ ایل ڈی۔ ایف۔ آر۔ ایس۔ پرنسپل برمنگھم یونیورسٹی، پریذیڈنٹ ایسوسی ایشن ان سائنس اپنے مضمون "کیا موت کے بعد زندگی ہے؟" میں جو دسمبر ۱۹۱۴ء کے ریویو ان ریویوز میں شائع ہوا ہے۔ فرشتوں کے متعلق لکھتے ہیں۔

"We here on this planet are limited in certain ways and are blind to much that is going on, but I tell you that we are surrounded by beings working with us. All that which religions tell us that angels	ہم اس سیارہ (زمین) میں بعض حیثیتوں سے محدود حالت میں ہیں۔ اور گردوپیش جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس میں سے بہت سے حصے ہمیں نظر نہیں آتے لیکن میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ ہم ایسی ہستیوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ جو کہ ہمارے ساتھ کام کرتی رہتی ہیں۔ میرا یقین ہے کہ جیسا کہ مذاہب

Marfat.com

are with us is, I believe literally true that is why I say that man is not alone. That is why I say that I know he is surrounded by intelligences. and I tell you that there are higher intelligences to which we are as ants. Our senses give us certain information. But it is very limited we

ہمیں بتلاتے ہیں۔ فرشتے ہمارے
ساتھ ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ اسی
لئے میں کہتا ہوں کہ انسان تنہا
نہیں ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں
کہ میں جانتا ہوں کہ وہ روحانی
ہستیوں سے گھرا ہوا ہے۔ اور
میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ اعلیٰ روحانی
ہستیاں موجود ہیں۔ جن کے مقابلہ میں
ہم چیونٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔
ہمارے حواس خمسہ ہم کو بعض
معلومات بہم پہونچاتے ہیں۔ لیکن
یہ بہت محدود معلومات ہوتی ہیں۔
اگر صرف ہمارے حواس ہی موجود
ہوتے۔ تو ہم عالم کی تحقیقات اچھی
طرح سے نہ کرسکتے۔ لیکن ان حواس کو

Marfat.com

could not explore the Universe very well if we only had our senses. We increase them, we add to them by instruments of all kinds, microscopes, telescopes and so on are additions to our senses and so we learned more. But aided however much they may be the senses, tell us still only a little and

ہم ترقی دیتے ہیں۔ اور ہر قسم کے آلات کے ذریعے سے ان میں اضافہ کرتے ہیں۔ خوردبین اور دوربین وغیرہ ہمارے حواس کی قوتوں میں اضافہ کرنے والی ہیں۔ اور اس طریقہ سے ہم زیادہ علم حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن گو ان حواس کو کتنی ہی مدد دی جائے یہ ہمیں بہت ہی کم اطلاعیں بہم پہونچاتے ہیں۔ اور کثرت سے ایسی چیزیں موجود ہیں جن سے ہم ابھی تک محض ناواقف ہیں۔ بایں ہمہ ان میں سے بعض سے ہمارا تعلق ہے۔ لیکن یہ تعلق ہمارے حواس کے ذریعہ سے نہیں ہوا۔ کیونکہ ہم صرف جسم نہیں ہیں۔ ہم نفس ناطقہ۔ وجدان

Marfat.com

there are multitude of things of which at present we are in complete gnorance and yet with some of the things we are in touch not through our senses; for we are not body alone. We are mind consciousness and souls as well. And with some of these higher intelligences men has in-

اور روح بھی ہیں، اور بعض اعلیٰ روحانی ہستیوں سے انسان کا تعلق ایسے ذرائع سے ہوتا ہے جو کہ جسمانی اعضا سے وابستہ نہیں ہوتے۔

Marfat.com

tercourse and connection through channels other than those of the bodily organs."

اور روح بھی ہیں اور بعض اعلیٰ روحانی ہستیوں سے انسان کا تعلق ایسے ذرائع سے ہے جو کہ جسمانی اعضاء سے وابستہ نہیں ہے۔

تعدد ازدواج امریکی مقنن کی نظر میں

تعدد ازدواج کے متعلق امریکہ کے مقنن اور جرنلسٹ مسٹر ہنری واکر تازہ رسالہ دی فارم میں فرماتے ہیں۔

"The true goal of the feminist movement is polygamy legallised regulated by the state respectable and moral. The experiment of

تحریک نسوانی کا حقیقی مطمح نظر ایسا تعدد ازدواج (ایک سے زیادہ بیویاں ہونا) ہے جو قانون ہو اور سلطنت کے ذریعہ سے اس کا انتظام ہو اور مبنی بر اخلاق حسنہ ہو۔ وحدت ازدواجی (ایک بیوی ہونا) کے

Marfat.com

سخت اصول کا تجربہ کبھی کامیاب نہیں ہوا ۔ اور دنیا کی تاریخ کے کسی حصہ میں اس کا وجود بحیثیت واقعہ حقیقی نہیں رہا ۔ اور نہ آج اس کا کہیں وجود ہے ۔

theoratically strict monogamy has never been a success. It has never existed as an actual condition at any period of the history of the world, and does not exist today.

بازاری عورت کا المناک مگر روزمرہ کا مشاہدہ ہی تنہا اس کا کافی ثبوت ہے ۔ اگرچہ اب تک ازراہ مروت اس کی طرف توجہ نہیں دی گئی ہے ۔ اس کا وجود فقط اسی حالت میں غائب ہو سکتا ہے جب کہ انسانی فطرت بالکل بدل جائے ۔ اور یا پھر مرد عورت کے باہمی تعلقات ایسے طریقوں سے بدل جائیں ۔ جو وحدت ازدواجی کی نسبت ممکن تر اور عقل کے زیادہ مطابق ہوں ۔ یہ پیشگوئی کی جا سکتی ہے ۔ کہ تعداد ازدواج کا قانونی طریقہ سے دوبارہ اجراء طلاق کے کم کرنے میں بہت زیادہ موثر ہوگا کیونکہ اس کی وجہ سے

Marfat.com

بعض غیر معمولی مناقشے اور نزاعات جو موجودہ وحدت ازدواجی کے اصول اور اس کے ناقص حالات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں وہ جاتے رہیں گے۔

اس موقعہ پر ان چند مسائل کے ذکر کرنے سے میری غرض یہ ہے۔ کہ اسلامی تعلیم کا وہ نہایت قلیل حصہ بھی جس کے متعلق یہ سمجھا گیا تھا۔ کہ یورپ کی مادیت کی تہذیب سے رنگے ہوئے مسلمان اسے قبول نہ کر سکیں گے (اور غالباً اس لیے اس میں تاویلیں شروع کر دی گئی تھیں) اس قدر فطرت کے مطابق ہے۔ کہ تجربہ کے بعد آخر کار اس کے سخت ترین مخالف بھی اُسکے پیرو ہونے پر مجبور ہوتے جاتے ہیں۔

یورپ اور امریکہ کے فاضلوں کے یہ اقتباسات میں ان باتوں کی صحت کے لئے بطور استدلال کے پیش نہیں کر رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

قصہ حضرت ابراہیم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں یہ تعلیم ہے۔ کہ چاہے اپنے نہایت عزیز رشتہ دار اور ساری دنیا اپنے خلاف ہو جائے۔ مگر خدا کے احکام کی پیروی ہرگز نہ چھوڑے۔ اور اپنے صحیح مقصد کی تکمیل میں مصروف رہے۔ خواہ کتنی ہی مشکلات برداشت کرنا

Marfat.com

کیوں نہ پڑیں۔ اور کتنی ہی قربانیوں کی ضرورت کیوں نہ ہو۔ تیر خدا کے احکام کی تعمیل کا نمونہ جناب ؑ نے پیش کیا ہے۔ کہ اپنے بیٹے تک کی قربانی کیلئے تیار ہو گئے۔

قد كانت لكم اسوة حسنة فى ابراهيم
والذين معه اذ قالوا لقومهم انا برآؤ منكم
ومما تعبدون من دون الله، كفرنا بكم و بدا
بيننا و بينكم العداوة والبغضاء ابدًا
حتى تومنوا بالله وحده

الممتحنه (۱۴)

مسلمانو! ابراہیمؑ اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے (بغیر مسلمان اسوقت کے) پیروی کرنے کیلئے تمہارے لئے انکا ایک اچھا نمونہ ہو گذرا ہے۔ جب کہ انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا۔ کہ ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو۔ کچھ بھی سروکار نہیں ہے۔ ہم تم لوگوں کے عقیدے کو بالکل نہیں مانتے۔ اور ہم میں اور تم میں کھلم کھلا عداوت اور دشمنی قائم ہو گئی ہے۔ اور یہ دشمنی تو ہمیشہ کیلئے رہے گی۔ جب تک کہ تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ۔

Marfat.com

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بات کو پوری طرح سمجھایا لیکن جب وہ مقصد کے مخالف رہا۔ تو آپ نے اس سے بھی قطع تعلق کیا۔

اذ قال لابیہ یاابت لم تعبد ما لا
یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنك شیئا...
قال اراغب انت عن الہتی یاابراہیم
لئن لم تنتہ لارجمنك واہجرنی ملیا
قال سلام علیك ساستغفر لك ربی
انہ کان بی حفیا ... واعتزلکم وما
تدعون من دون اللہ وادعو ربی،
سورہ مریم (۴۸ - ۵۰)

جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا۔ اے باپ آپ کیوں بتوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ کچھ سنتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ آپکے کچھ کام آسکتے ہیں۔ اور ابراہیمؑ کے باپ نے کہا کر کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے۔ اگر تو ایسی باتوں سے باز نہیں آئیگا تو ضرور میں تجھے سنگسار کردوں گا۔ اور اپنی خیر چاہتا ہے۔ تو میرے سامنے سے دور ہو۔ ابراہیمؑ نے کہا تیری سلامتی رہے۔ میں تیرے گناہ بخشواؤں گا۔ اپنے رب سے بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے۔ اور میں نے تم بت پرستوں کو اور اور تمہارے ان بتوں کو جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو سب کو چھوڑا اور اپنے پروردگار ہی کو پکارتا ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ کو آپ کی قوم نے کہا

Marfat.com

فما کان جواب قومہ الّا ان — ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا اسکے سوا

قالوا اقتلوہ او حرقوہ۔ — کوئی جواب ہی نہیں تھا۔ کہ کہنے لگے کہ اس

سورۃ العنکبوت (۲۴) — کو مار ڈالو۔ یا جلا دو۔

لیکن آپ برابر ثابت قدم رہے۔ اور اپنا کام کرتے رہے۔ اس طریقہ سے

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیاب کیا۔ اور سب مصیبتوں سے نجات دی۔

قصہ حضرت نوح ؑ

حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات کو ہم صرف طوفان نوح کے حالات سے محصور کرتے ہیں۔ اور فقط اس پر بحث ہوتی ہے۔ کہ پانی کسقدر برسا تھا۔ اور کہاں کہاں طوفان کا اثر پہونچا تھا۔ اور کہاں تک پہونچ سکتا ہے؟ حالانکہ ان واقعات سے استقلال سے مسلسل عرصہ دراز تک کام کرنے کی اور اپنے مقصد کیلئے بڑی سے بڑی قربانیاں کرنے کی تعلیم حاصل ہوتی ہے۔ نیز یہ کہ رشتہ دار اگر اچھے عمل نہ کرتے ہوں۔ اور مقصد کے خلاف ہوں تو اُنسے تعلق نہ رکھا جائے۔ وہ رشتہ دار ہی نہیں۔ حضرت نوح ؑ خدا تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں۔

قال رب انی دعوت قومی لیلا — خدا سے عرض کیا۔ کہ اے میرے

ونہارا فلم یزدھم دعائی الا فرارا۔ — پروردگار میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو

وانی کلما دعوتھم لتغفر لھم — رات کے وقت بھی بلایا اور دن کیوقت

جعلوا اصابعهم فی اذانهم و استغشوا ثیابهم واصروا واستکبروا استکبارا ثم انی دعوتهم جہارا ثم انی اعلنت لہم واسررت لہم اسرارا
سورۃ نوح (۵-۹)

بھی بلایا۔ تو میرے بلانے کا ان پر یہی اثر ہوا کہ جتنا زیادہ بلایا اتنا ہی زیادہ بھاگے۔ اور جب میں نے انکو بلایا کہ میری طرف رجوع ہوں۔ اور تو انکے گناہ معاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اوپر سے اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور ضد کی۔ اور شیخی میں اکڑ اکڑ بیٹھے۔ پھر میں نے ان کو پکار کر بلایا۔ اور ان کو ظاہر بھی سمجھایا اور پوشیدہ بھی سمجھایا۔

عرصہ دراز تک آپ نے مسلسل رات دن کام کیا۔ اور ہر ممکن صورت سے کہا۔ یہ نہیں کہ تھوڑے زمانے تک کام کرکے بیٹھ رہے۔ جس وقت کہ حضرت نوحؑ کا بیٹا غرق ہو رہا تھا۔ تو آپ نے دعا کی :۔

ونادیٰ نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اھلی وان وعدك الحق وانت احکم الحاکمین ۰ قال یا نوح انہ لیس من اھلك انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن مالیس لك بہ علم انی اعظك

نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکارا اور عرض کیا۔ کہ اے میرے پروردگار میرا بیٹا بھی میرے اہل و عیال میں داخل ہے۔ اور جو تو نے وعدہ فرمایا تھا۔ وہ سچا ہے۔ اور سب سے بڑا حاکم ہے۔ خدا نے فرمایا کہ اے نوحؑ! تمہارا بیٹا تمہارے سے

Marfat.com

ان تکون من الجاھلین قال رب انی اعوذ بك ان اسئلك مالیس لی به علم والا تغفرلی وترحمنی اکن من الخاسرین ○

سورہ ھود (۴۷ - ۴۵)

اہل و عیال میں داخل نہیں کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں۔ تو جس چیز کی حقیقت کا تمہیں حال معلوم نہیں۔ ہم سے اس کی درخواست نہ کرو۔ ہم تم کو سمجھائے دیتے ہیں۔ کہ نادانوں کی سی باتیں نہ کرو۔ نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کہ تجھ سے ایسی چیز کی درخواست کروں کہ جس کی حقیقت کا حال مجھے معلوم نہیں ہے۔

آپ کا بیٹا اور بیوی دونوں غرق ہو گئے۔ لیکن آپ نے یہ قربانی برداشت کی لوگوں نے آپ سے کہا۔

قالوا لئن لم تنتہ یا نوح لتکونن من المرجومین

سورہ الشعراء (۱۱۵)

وہ بولے۔ نوحؑ! اگر تم اپنی حرکت سے باز نہ آؤ گے۔ تو ضرور سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔

اور یہ کہا۔

ماھذا الا بشر مثلکم یرید ان

یہ بھی تم جیسا آدمی ہے اور تم سے

Marfat.com

یتفضل علیکم .... ان ھو الا رجل بہ جنۃ — برتر ہونا چاہتا ہے... بس یہ ایک آدمی ہے جسکو جنون ہوگیا ہے۔

سورۃ المؤمنون (۲۳-۲۴)

لیکن آپ نے نہ کسی دھمکی اور نہ کسی طعنے کی پرواہ کی اور برابر کام میں مصروف رہے یہاں تک کہ آپ کے مخالف تباہ ہوگئے۔

قصہ حضرت موسیٰؑ

حضرت موسیٰؑ کے قصے کو ہم چند معجزات میں محصور کرتے ہیں اور اس پر بحث کرتے ہیں۔ کہ آیا جسوقت حضرت موسیٰؑ نے بحیرہ قلزم عبور کیا تو معجزہ کی وجہ سے پانی پھٹ کر علیحدہ علیحدہ ہوگیا۔ اور خشکی نکل آئی۔ یا معجزہ کچھ نہ تھا۔ صرف مدو جزر تھا۔ اپنی ساری توجہ صرف انہیں باتوں میں صرف کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں تعلیم ہے۔ اپنی قوم کو انتہائی ذلت اور ظلم سے نکالکر ترقی کے اعلیٰ درجہ پر پہونچانیکی۔ بنی اسرائیل ایسی ذلیل حالت میں تھے۔ کہ انکے حاکم انکے بیٹے ذبح کرتے تھے۔ اور انکی بیٹیاں اپنی خدمت کیلئے زندہ رکھتے تھے۔ نیز اسمیں تعلیم ہے۔ ان اوصاف کی جن کے ذریعہ سے ایسی ترقی ممکن ہے۔

اللہ تعالے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے۔ کہ تم اور تمہارے بھائی (تم دونوں) فرعون کے پاس جاؤ۔

Marfat.com

اذھبا الی فرعون انه طغیٰ — تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔

فاتیٰه فقولا انا رسول ربك — اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے (دغرض)

فارسل معنا بنی اسرائیل ولا — اس کے پاس جاؤ۔ اور جا کر کہو کہ ہم دونوں

تعذبھم — تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے

سورہ طٰہٰ (۴۳-۴۷) — ہیں۔ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ

رخصت کر دے۔ اور ان کو عذاب نہ دے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا۔ کہ اپنی قوم کو گذشتہ ایام کی قوموں کے عروج و زوال کے حالات سے مطلع کرو۔ اور اس طرح ان کو متنبہ کرو۔

سورہ ابراہیم میں فرمایا ہے۔ — اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نشانیاں

ولقد ارسلنا موسیٰ بآیتنا — دیکر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نکالکر

ان اخرج قومك من الظلمٰت — روشنی میں لاؤ۔ اور ان کو خدا تعالےٰ

الی النور۔ وذکرھم بایّٰم اللہ — کے دن یاد دلاؤ۔ کیونکہ ان میں ہر ایک

ان فی ذلك لآیات لکل صبار — صبر و شکر کرنے والے کے لیے

شکور ہ سورہ ابراھیم (۵) — نشانیاں ہیں۔

Marfat.com

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" ص۳۰ میں تذکیر بایام اللہ کے یہ معنی درج فرماتے ہیں "یعنی بیان وقائع کہ آں را خدا تعالیٰ ایجاد فرمودہ است از جنس انعام مطیعین وتعذیب مجرمین"

سورہ یونس میں ارشاد ہوتا ہے۔

واوحینا الی موسیٰ واخیہ	ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی کی
ان تبوّآ لقومکما بمصر بیوتا	طرف وحی بھیجی۔ کہ مصر میں اپنے لوگوں
واجعلوا بیوتکم قبلۃ واقیموا	کے رہنے کے لئے گھر بنالو۔ اور اپنے
الصلوٰۃ وبشر المومنین۔	گھروں کو مسجدیں قرار دو۔ اور نمازیں پڑھو
سورہ یونس (۸۷)	اور اے موسیٰؑ ایمان والوں کو خوشخبری دو

(کہ اب تمہاری نجات کا وقت قریب آگیا ہے)

ایک مردہ قوم کو زندہ کرنے کے لئے "گذشتہ اقوام کے عروج و زوال کی تاریخ اور کامیابی کی پوری امید" جو کچھ کر سکتی ہیں اسکو اس زمانہ کی اقوام نے اچھی طرح سے محسوس کر لیا ہے۔

جس وقت فرعون کے ساحر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے۔ تو فرعون نے ان سے کہا:-

Marfat.com

فلاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم۔ سورہ طہٰ (۷۱)
ہم تمہارے ہاتھ اور پاؤں الٹے سیدھے کاٹیں جائیں گے اور تم سب کو سولی دیں گے۔

تو انہوں نے جواب دیا:۔

فاقض ماانت قاض۔ سورہ طہٰ (۷۲)
جو کرنیوالا ہے کر گذر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اپنے اصول اور مقصد کی تکمیل کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار تھے۔ اس طرح ان کو کامیابی ہوئی۔ اور ان کے دشمن تباہ ہو گئے۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں قومی اتفاق پر بہت زور دیا ہے۔ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے۔ اور اپنا جانشین حضرت ہارون علیہ السلام کو کر گئے۔ تو ان کی قوم میں گوسالہ پرستی شروع ہوگئی۔ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ حالت واپس آکر دیکھی تو نہایت ناراض ہوئے۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا:۔

قال یاھارون ما منعك اذ رایتہم ضلوا الا تتبعن افعصیت امری۔ سورہ طہٰ (۹۱-۹۲)
اے ہارون علیہ السلام جب تم نے ان کو دیکھا۔ کہ یہ لوگ گمراہ ہو گئے۔ تم کو کیا وجہ مانع ہوئی کہ تم نے میری ہدایت

Marfat.com

کی پیروی نہ کی۔ کیا تم نے میری حکم عدولی کی؟ یعنی جب وہ گمراہ ہو رہے تھے۔ تو تم نے بزور ان کو کیوں نہ روکا؟ تو حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیا۔

قال یبنؤم لا تاخذ بلحیتی	کہا اے میرے ماں جائے بھائی!
ولا براسی انی خشیت ان	میری ڈاڑھی اور سر کے بال تو پکڑ و
تقول فرقت بین بنی اسرائیل ۵	نہیں۔ میں اس بات سے ڈرا کہ تم واپس
سورہ طٰہٰ (۹۴)	آکر یہ کہنے لگو۔ کہ تم نے بنی اسرائیل میں

پھوٹ ڈال دی۔

یعنی حضرت ہارون علیہ السلام کو جب اپنی اصلاح کی کوششوں میں کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے اپنی قوم کی عارضی گمراہی کو پسند کیا۔ بجائے اس کے کہ آپ اس کو روکنے کے لئے ایسی پرزور کوشش کرتے جس سے قوم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کا اندیشہ تھا۔

ایک پیغمبر نا اتفاقی کے مقابلہ میں قوم کا عارضی گمراہی میں رہنا پسند کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے۔ کہ جب تک قوم متفق رہتی ہے۔ اس وقت تک تعلیم وغیرہ اثر کر کے عمدہ نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ اور جب نا اتفاقی سے قوم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو پھر وہ تباہ ہو جاتی ہے۔ اور کسی طریقے سے کامیاب

نہیں ہوتی۔

اب ظاہر ہے۔ کہ قرآن کے ایک حصے کے تو ہم نے معنی بدل دیے ایک حصہ ہم نے بھلا دیا۔ اور ایک حصہ کی تعلیم کو ہم نے کہا مومن کا درجہ سے رکھا ہے۔ اور اس سے ہم مستفید ہونے کی کوشش نہیں کرتے۔ تو پھر کونسی تعجب کی بات ہے۔ کہ اب قرآن سے وہ نتیجے پیدا نہیں ہوتے۔ جو ہونے چاہئیں۔ اور جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

چوتھا باب

قرآنی تعلیم کو کمزور کرنے کی منظم سازش

اس موقعہ پر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی تعلیم کے کمزور کرنے کی جو کوششیں ہوئی ہیں ان کے بارہ میں امام عبدہ مصری کی رائے نقل کی جائے۔ علامہ موصوف اپنی کتاب "الاسلام والنصرانیت" میں ص ۱۲۳ پر مسلمانوں کے جمود اور اس کے اسباب کے متعلق بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس کے بعد ایک خلیفہ نے سیاسی غلطی کی۔ اور اسلامی احکام کی وسعت کے باعث اس کو اس امر کا موقعہ مل گیا جس کو وہ اپنے خیال میں اپنے لئے بہتر سمجھتا تھا۔ اس کو خیال ہوا کہ عربی لشکر ممکن ہے۔ کہ علوی خلیفہ کا مددگار بن جائے۔ کیونکہ علویوں کو نبوت کے گھرانے سے زیادہ تعلق تھا۔ اس نے ترک اور دیلم وغیرہ جیسے اجنبیوں کی ایک فوج تیار کی۔ اس فوج کی نسبت اس کا خیال تھا۔ کہ وہ انہیں اپنی طاقت سے فرمانبردار اور اپنے احسان سے اپنا مطیع رکھ سکے گا۔

وہ سلطنت کے باغیوں کی مدد نہ کرے گی۔ اور جو طالب ملک ہیں۔ ان کی مددگار نہ ہوگی۔ اور اسلامی احکام کی وسعت اور سہولت نے اس امر کو اس کے لئے جائز رکھا۔ اور اسلام بدل کر عجمی ہو گیا۔

ایک عباسی خلیفہ نے ارادہ کیا۔ کہ وہ اپنی ذات اور جانشینوں کے لئے بہتری پیدا کرے۔ اس طرح پر اس نے اپنی قوم اور مذہب کے لئے برائی کی۔ اس نے اجنبیوں کی فوج میں اضافہ کیا۔ اور عجمی سر لشکر مقرر کئے۔ صبح سے شام نہ ہونے پائی تھی۔ کہ یہ سرداران لشکر خلفاء پر قابض ہو گئے۔ اور سلطنت خلفاء کے ہاتھ سے نکل کر عجمیوں کے قبضہ میں آگئی۔ ان لوگوں کو وہ عقل نہ تھی۔ جو اسلام سے پہنچ چکی ہو۔ اور نہ وہ دل تھا۔ جو مذہب سے مہذب ہو چکا ہو۔ یہ لوگ جہالت اور ظلم میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اسلام میں داخل ہو گئے اور اسلام کو کپڑوں کی طرح اپنے جسم پر اوڑھ لیا۔ کوئی اثر اس کا ان کے وجدان میں نہیں پہونچا۔ ان میں سے اکثر لوگ اپنے معبودوں اور بتوں کو اپنے ساتھ لاتے تھے۔ جن کی خلوت میں پرستش کرتے۔ اور اعلانیہ طور پر اپنا اقتدار بڑھانے کی غرض سے باجماعت نمازیں ادا کرتے۔ ان کے بعد تاتاریوں وغیرہ نے اسلام پر حملہ کیا۔ اور بعض لوگ اس پر قابض بھی ہو گئے۔ مگر

یہ تمام حملے علم کے شدید ترین حملے کے مقابلہ میں ہیچ تھے۔ جو لوگوں کو ان کا رتبہ بتلانے والا اور ان کے چال چلن کی خرابیوں کو ظاہر کرنے والا ہے۔

انہوں نے علم اور اس کی دولت اسلام پر حملہ کیا۔ اور اپنے مددگاروں کی جماعت کو آمادہ کیا۔ کہ وہ علماء کے زمرہ میں داخل ہو جائیں۔ اور علم کا لباس پہن لیں۔ اور اہلِ علم میں شمار ہونے لگیں۔ اس کے بعد عوام الناس میں ایسی مذہبی باتیں پھیلائیں۔ کہ علم سے ان کو نفرت ہو۔ اور طلبِ علم سے ان کے نفوس میں بعد پیدا ہو۔ پرہیزگاری اور مذہبی حمایت کے مدعی ہو کر یہ لوگ ان غافلوں میں داخل ہوئے۔ اور دعوے کیا۔ کہ مذہب ناقص تھا۔ ہم اس کو کامل کرنا چاہتے ہیں۔ یا وہ مریض تھا ہم اس کا علاج کرتے ہیں۔ یا منہدم ہونے والا تھا۔ ہم اس کو سہارا دیتے ہیں۔ یا جھک چکا تھا۔ ہم اس کو سیدھا کر رہے ہیں۔

انہوں نے اپنے بت پرستی کے زمانے کی رسموں کو دیکھا۔ اور نیز اپنے گرد وپیش کی دوسری قوموں پر نظر ڈالی اور اسلام کے لئے ایسی باتیں عاریۃً لیں۔ جن سے وہ بری ہے۔ لیکن وہ عوام الناس کو مطمئن کرنے میں اس طرح کامیاب ہوئے۔ کہ یہ شعائر اسلام کی تعظیم ہے۔ اور

Marfat.com

اس کے احکام کی۔

انہوں نے ہمارے لئے یہ تمام محفلیں اور میلے ایجاد کئے۔ علماء اور اولیاء وغیرہ کی عبادت ہمارے لئے مقرر کی۔ جس سے اسلامی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا۔ اور لوگ گمراہ ہو گئے۔ انہوں نے قرار دیا کہ متاخر کو سوائے اس کے جو متقدم کہہ چکا ہو۔ اور کوئی بات کہنے کا حق نہیں۔ یہ امر عقائد میں داخل کر لیا گیا۔ تاکہ فکر ساکن اور عقول منجمد ہو جائیں۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے مددگاروں کو اسلامی ممالک کے اطراف میں بھیجا۔ تاکہ وہ ایسے قصوں اور خبروں اور ایسے راویوں کی اشاعت کریں جس سے عوام الناس کو اطمینان ہو جائے۔ کہ ان کو پبلک کاموں میں غور کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۶۔ جو کام قوم اور سلطنت سے متعلق ہیں۔ ان پر غور کرنا صرف حکام کا فرض ہے۔ اور دوسرے آدمیوں کو ان میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جو شخص ان معاملات میں دخل دیتا ہے۔ وہ واہی ہے۔ مسلمانوں کے اعمال ہیں جو فساد اور ان کے حالات میں جو دن بدن تباہی پیدا ہو رہی ہے۔ وہ حکام کے کاموں کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ نتیجہ ہوتا ہے۔ ان اخبار کا جو آخری زمانہ کی نسبت حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں۔ اور کسی تدبیر سے اصلاح حال و استقبال کی توقع نہیں ہو سکتی۔

بہتر یہ ہے۔ کہ اس کو خدا کے سپرد کر دیا جائے۔ مسلمانوں پر فرض ہے۔ کہ وہ صرف اپنی ذاتی حالت پر اقتصار کریں۔ احادیث کے بعض ظاہری الفاظ سے ان کو اپنے اس مطلب کے لئے کچھ مدد ملے گی۔ اور ضعیف حدیثوں اور موضوعات میں ان کو بہت سامان مل گیا جس سے ان اوہام کے پھیلانے میں ان کو بڑی تقویت ملی۔ ان گمراہ کرنے والوں کا ایک بڑا لشکر مسلمانوں میں پھیل گیا۔ شہر بہ شہر حاکموں اور والیوں نے تمام اطراف میں ان کی مدد کی۔ ارادوں کے پست کرنے اور ہاتھوں کو کاروبار سے روکنے کے لئے تجرد کا عقیدہ ایجاد کیا گیا۔ ان خرافات کو قبول کرنے کے لئے نفوس کو آمادہ کرنے والی سب سے بڑی محرک سادہ لوحی تھی۔ اور مذہبی امور میں ضعف بصیرت اور خواہشات کا اتباع یہ ایسے امور ہیں۔ کہ جب جمع ہو جاتے ہیں۔ تو مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ اس طرح ہر حق و باطل کی تاریکی میں چھپ گیا۔ اور انسانی نفوس میں وہ عقائد راسخ ہو گئے جو دینی اصول کے بالکل اور بخط مستقیم متضاد تھے۔ مسلمانوں کی آسمان سے باتیں کرنے والی امیدیں غارت ہو گئیں۔ اور ان کو مایوس کر کے بہائم کے درجہ تک پہونچا دیا۔ اس وقت جس کا نام اسلام رکھا جاتا ہے۔ وہ اس سے زیادہ نہیں ہے۔ کہ اسلامی اعمال نماز

Marfat.com

روزہ حج کی ظاہری صورتوں کا مجموعہ ہے

چند اقوال ہیں جن کے معانی میں تغیر و تبدل کر لیا گیا ہے۔ اور جن کا نتیجہ وہ بدعتیں اور خرافات ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں اس جمود کی نوبت پہونچادی ہے جس کو میں نے بیان کیا ہے۔ اور انہوں نے اس کو اسلام سمجھا ہے۔ مسلمانوں پر اس وقت اسلام کے نام سے جو عیب لگایا جاتا ہے۔ اس کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک دوسری چیز ہے جس کا نام انہوں نے اسلام رکھ لیا ہے۔ قرآن جس کی شان یہ ہے (کہ باطل نہ تو اس کے آگے سے ہی اس کے پاس پھٹکنے پاتا ہے۔ اور نہ اس کے پیچھے کیطرف سے وہ حکمت والے، تعریف کئے گئے۔ خدا کا اتارا ہوا ہے) اس بات پر شاہد ہے۔ کہ وہ جھوٹے ہیں۔ اور اس سے غافل ہیں۔ اور اس کے احکام سے اعراض کرنے والے ہیں۔

Marfat.com

پانچواں باب

مذہب مسلمانوں کی ترقی کا زینہ

ہمارے مذہب کی تو یہ حالت ہے۔ اور ہماری مذہبی تعلیم اس طریقہ سے مسموم ہو چکی ہے۔ تو پھر جب تک ہمیں صحیح مذہبی تعلیم نہ ملے۔ ہم کیسے زندہ رہ سکتے ہیں؟ میرا عقیدہ ہے۔ کہ مسلمانوں کا سنگ بنیاد مذہب ہے۔ بغیر مذہب کے مسلمان ترقی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حقیقی قومی ترقی کے لیے جس ایثار اور قربانی کی ضرورت ہے اس کے سنگ بنیاد صرف دو ہی چیزیں ہو سکتی ہیں۔ اور تاریخ عالم شاہد ہے۔ کہ ہمیشہ قوموں کی ترقی میں انہی دونوں سے کام لیا گیا ہے۔ یا تو "مذہب" یا "حب وطن"۔ مذہبی جذبات کے مقابلہ میں "حب وطن" کا جذبہ مسلمانوں میں بہت ہی کمزور ہے۔ اور اس لیے مسلمان صرف مذہب سے ہی متاثر ہو کر حقیقی ترقی کی شاہراہ پر قدم زن ہو سکتے ہیں۔ ہمارے نامور قومی مورخ اور شاعر (یعنی شبلی مرحوم) نے اسی مسئلہ کی توضیح

Marfat.com

کی ہے :-

تم کسی قوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھو

وہ ہی باتیں ہیں کہ جن پر ہے ترقی کا مدار

یا کوئی جذبۂ دینی تھا کہ جس نے دم میں

کر دیا ذرۂ افسردہ کو ہم رنگ شرار

ہے یہ وہ قوت پُرزور کہ جس کی ٹکر

سنگ خارا کو بنا دیتی ہے اک مشتِ غبار

جس کی زد کھا کے لرز جاتی ہے بنیادِ زمین

اس سے ٹکرا کے بکھر جاتے ہیں اوراقِ دیار

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے

کھیلنے جاتے تھے ایوان گہِ کسریٰ میں شکار

وہ الٹ دیتے تھے دنیا کا مرقع دم میں

جن کے ہاتھوں میں رہا کرتی تھی اونٹوں کی مہار

اس کی برکت تھی کہ صحرائے حجازی کی سموم

بن گئی دہر میں جا کر چمن آرائے بہار

Marfat.com

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے رہزن
فاش کرنے لگے جبریلِ امیں کے اسرار
یا کوئی جذبۂ ملک و وطن تھا جس نے
کر دیے دم میں قوائے عملی بیدار
ہے اسی مئی سے ہر مستیٔ احرارِ وطن
ہے اسی نشہ سے یہ گرمیٔ ہنگامہ کار

تجربہ بھی اس کا شاہد ہے۔ کہ ہماری تمام قوم صرف مذہبی جذبہ سے متاثر ہو کر پوری طرح کام کر سکتی ہے۔ جب یہ حالت ہے۔ تو یہ بات بدیہی ہے۔ کہ قومی ترقی کے پروگرام میں سب سے اہم جزو صحیح مذہبی تعلیم ہونی چاہیے۔ اگر صحیح مذہبی تعلیم کا انتظام نہ ہوگا۔ تو نہ تو مسلمان اپنی ہستی قائم رکھ سکیں گے۔ اور نہ وہ ترقی کر سکیں گے۔ کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے۔ کہ اب تک ہم سے یہ بھی نہیں ہو سکا ہے۔ کہ سرکاری سکولوں اور کالجوں میں تو کیا خود اپنے قومی سکولوں اور کالجوں میں ہی قرآن مجید کی تعلیم کا انتظام کر لیتے۔

قرآن کی تعلیم سے میری مراد یہ نہیں ہے۔ کہ بغیر مطلب سمجھے

قرآن مجید کے الفاظ دہرائے جائیں۔ مسلمانوں نے قرآن کی تعلیم کا کبھی یہ مطلب نہیں سمجھا۔ بعض حضرات نے اس کا ذکر کیا گیا۔ تو فرمایا کہ ہمارے طالب علموں کو یونیورسٹی کا نصاب فرصت نہیں لینے دیتا۔ میں خود اس بات کو جانتا ہوں۔ لیکن جتنا وقت سینکڑوں مشن سکولوں اور کالجوں کے مسلمان اور ہندو طالب علم بائیبل کے لئے دیتے ہیں۔ کیا اتنا وقت قرآن کی تعلیم کے لئے ہمارے قومی سکولوں اور کالجوں کے طالب العلم نہیں دے سکتے ؟۔

مشن سکولوں اور کالجوں کے طالب العلم باوجود بائیبل کے لئے عموماً روزانہ وقت دینے کے امتحانات میں نہایت عمدہ طرح کامیاب ہوتے ہیں۔ اور بائیبل کلاس کی وجہ سے کوئی شکایت سننے میں نہیں آتی۔ ایک تو وہ ہیں جو غیر مذہب کے طالب العلموں کو روزانہ بائیبل پڑھاتے ہیں۔ اور ایک ہم ہیں۔ کہ اپنے ہی قومی سکولوں اور کالجوں میں قرآن مجید کی تعلیم کے لئے وقت نہیں نکال سکتے۔

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

علی گڑھ کالج کے تین طالب العلم جو میرے دوست ہیں۔ اتفاق سے سنٹرل انڈیا کے ایک مشن کالج میں تعلیم پانے کی غرض سے گئے۔ جب امتحان کا زمانہ قریب ہوا تو روزانہ اسباق بند ہو گئے۔ تاکہ طالب علم پوری طرح سے امتحان کے لیے تیاری کریں۔ لیکن بائیبل کلاس روزانہ جاری رہی۔ خود پرنسپل صاحب بائیبل پڑھاتے تھے۔ ایک روز یہ تینوں حضرات پرنسپل صاحب کے پاس گئے۔ کہ اب امتحان بہت قریب آگیا ہے۔ اور دوسرے تمام گھنٹوں میں سبق نہیں ہوتا ہے۔ صرف بائیبل کلاس کی وجہ سے ہمیں کالج میں آنا پڑتا ہے۔ براہ مہربانی اس کو بھی ملتوی فرما دیجئے۔ تاکہ پوری طرح سے امتحان کے لئے تیاری کریں۔ تو پرنسپل صاحب نے جواب دیا کہ

"یہ تمام عمارتیں۔ تم سب طالب العلم۔ اور میں اور تمام پروفیسر فقط اسی گھنٹہ کی بدولت یہاں موجود ہیں۔ اگر یہ گھنٹہ نہ ہو۔ تو یہ کالج بھی نہ ہو"

اگر ہم صرف اس واقعہ کی تقلید کر سکیں۔ تو پھر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اپنے طالب العلموں کو قرآن مجید کی تعلیم تو دی نہیں جاتی۔ اور

Marfat.com

ستم یہ ہے۔ کہ ان سے توقع کی جاتی ہے۔ کہ ان کے ذریعہ سے قوم کو ترقی ہو۔ عروج ہو۔ یہ بیہودہ ہے۔ اور اگر ان بیچاروں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو ان پر نکتہ چینیاں کی جاتی ہیں ؎

درمیان قعرِ دریا تختہ بندم کردہ

باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

سخت ضروری ہے۔ کہ کم از کم اپنے قومی اسکولوں اور کالجوں میں تو بہت جلد قرآن مجید کی صحیح تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ قرآن مجید کی تعلیم کے انتظام میں سب سے اہم حصہ عمدہ پروفیسروں کا تیار کرنا ہے۔ اور ان کا انتخاب ہے۔ راقم اس بارے میں آگرہ کانفرنس ۱۹۱۳ء کے لیکچر میں جو کانفرنس کی رپورٹ میں شائع ہو چکا ہے۔ بہت کافی بحث کر چکا ہوں۔ جب قرآن مجید کی تعلیم کا انتظام ہو چکے تو اس کے بعد قومی ترقی کا نام لینا جائز ہوگا۔

خدا تعالے ہم کو صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

Marfat.com

Marfat.com